

إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ اللَّهُ عَسَى أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَجِيدًا

رجب و اول شعبہ ۸۳۵ھ

The ALFAZL

QADIAN

تارکاپتہ

الفضل
قادیان

۱۸۱

پہلی شنگی

سالانہ سے

ششماہی اللہ

سہ ماہی

تریل زر

مفتی نام

فیجر

الفضل

۱۸۱

فی پریچہ

ایڈیٹر غلام نبی

مورخہ ۹ اکتوبر ۱۹۲۸ء
مطابق ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۴۷ھ
۲۹

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت امام جماعت احمدیہ کا نہرو رپورٹ پر تفصیلی تبصہ

مسلمانوں کے مفاد سے متعلق نہایت ضروری امور کی تشریح

ان اہم معاملات پر جامع بحث جن تک کسی اور کی نگاہ نہیں پہنچی

اس پرچہ میں حضرت امام جماعت احمدیہ ایده اللہ تعالیٰ کا نہرو رپورٹ کے متعلق تفصیلی مضمون صفحہ ۳ سے صفحہ ۱۰ تک شائع ہو رہا ہے جس میں مسلمانوں کے سیاسی اور ملکی حقوق کے متعلق نہایت ضروری امور بیان کئے گئے ہیں۔ ہر ایک پڑھے لکھے مسلمان کا فرض ہے کہ نہایت غور اور تدبیر سے اس مضمون کا مطالعہ کرے۔ تاکہ اس وقت کے نہایت اہم مسئلہ کے متعلق صحیح نتیجہ پہنچ سکے۔ سیاسی معاملات میں حصہ لینے اور اپنی قوم کا درد رکھنے والے معزز مسلمانوں سے خاص طور پر اس مضمون کے پڑھنے کے لئے گزارش ہے۔

ممكن ہے کہ کوئی شخص یہ خیال کرے۔ کہ چونکہ ہندوستان
کامل طور پر آزاد نہ ہو گا۔ ہم برطانوی حکومت سے اپیل کر کے
اپنے حقوق لے لینگے۔ لیکن جو کچھ میں اُدھر ڈومنین گورنمنٹ
کے حقوق کے متعلق کچھ آیا ہوں۔ اس کو غور سے دیکھنے سے
یہ معلوم ہو جائے گا۔ کہ یہ صورت بھی ناممکن ہے۔ اول تو اس
کہ یہاں سوال یہ نہیں۔ کہ ہندو ہمارے حقوق چھین لینگے۔ بلکہ
سوال یہ ہے۔ کہ اس وقت بعض حقوق ہم اپنی مرضی سے چھوڑ
لے ہیں۔ اگر بعد میں ہمیں اپنی غلطی معلوم ہو۔ تو ان حقوق کو
پھر تسلیم کرانے کا کیا ذریعہ ہے۔ اب یہ بات قانون سے واضح
ہے۔ کہ گو برطانیہ نے رسمی طور پر ڈومینینز کے فیصلوں کو
رد کرنے کا حق تو محفوظ رکھا ہے۔ لیکن یہ حق برطانیہ کو
رسمًا بھی حاصل نہیں۔ کہ وہ نئی بات ڈومینینز سے منوائے
پس قانوناً اس سوال میں برطانیہ کو بھی کوئی اختیار حاصل نہ
ہو گا۔ اور اگر برطانیہ کو کوئی حق حاصل بھی ہو۔ تو بھی کیا کوئی
عقل مند سمجھ سکتا ہے۔ کہ برطانیہ ایسے معاملہ میں دخل دینا
پسند کرے گا۔ میں برطانیہ پر حق ظن رکھتا ہوں۔ مگر میں بھی جو
اس پر حق ظن رکھتا ہوں۔ ایک منٹ کے لئے خیال نہیں
کر سکتا۔ کہ برطانیہ کسی دوسرے کے لئے اپنے قومی نقصان
کو برداشت کر لیا۔ ہر ایک عقل مند سمجھ سکتا ہے کہ ڈومینین
حکومت کا تعلق برطانوی حکومت سے صرف قلبی ہوتا ہے کوئی
مادی طاقت اسے برطانوی حکومت سے وابستہ نہیں کرتی۔

اس کی فرمیں اپنی اس کی مبری طاقت اپنی۔ اس کا نظام اپنا۔
ایک گورنری ہے۔ جو برطانیہ سے آتا ہے۔ اور وہ بھی بے اختیار
اور جب نوآبادیوں کو یہ حق بھی حاصل ہو۔ کہ جب وہ چاہیں۔
برطانیہ سے الگ ہو جائیں۔ تو کب ممکن ہو سکتا ہے کہ برطانیہ
ایک قلیل التعداد جماعت کی خاطر ایک اتنی بڑی حکومت کو
تادریں کرے گا۔ جو اس کے تاج کا ہیرا کھلاتی ہے۔ برطانیہ کا
انصاف اس وقت تک ہے۔ جب تک کہ اس کے قومی فوائد
م کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہو۔ تو وہ ایسے معاملہ کو اس کی اندر
حقیقت کے لحاظ سے نہیں دیکھے گا۔ بلکہ شاہی مصالح کی نگاہ
سے دیکھے گا۔ یاد رکھنا چاہیے۔ کہ قلیل التعداد جماعتوں کا
ساتھ کوئی نہیں دیا کرتا۔ جیتا تک اپنا ذاتی فائدہ نہ ہو قلیل التعداد
جماعتوں کو اپنے فوائد کی نگرانی خود ہی کرنی پڑتی ہے۔ میں اس
امر کے متعلق کہ قلیل التعداد جماعتوں کو انصاف پانے میں نہایت وقت
ہوتی ہے۔ اس شخص کی شہادت پیش کرتا ہوں۔ جو اس وقت
اس مسئلہ کا سب سے بڑا عالم ہے۔ میری مراد پروفیسر گلبرٹ مر
سے ہے۔ یہ صاحب جنگ عظیم کے بعد صلح کی کانفرنس میں
برطانوی سفارت کے ساتھ بطور ماہر فن کے بیٹھے تھے۔
اور اس کے بعد لیگ آف نیشنز کی تنظیم میں بھی انھوں نے
کام کیا ہے۔ انہیں قلیل التعداد جماعتوں کے حقوق کا خاص
خیال ہے۔ چنانچہ انہوں نے لیگ میں کسی مفید تجاویز ایسی پیش
کی ہیں۔ جن میں قلیل التعداد جماعتوں کے حقوق کی حفاظت کو
د نظر رکھا گیا ہے۔ یہ صاحب دی پروکشن آف نیشنز میٹیر مصنف

میں اپنی بی بی میر ایم لے کے دیباچہ میں لکھتے ہیں :-
وہ فرض جو کونسل کا مقرر کیا گیا تھا۔ وہ اس عظیم الشان مجلس
کی شرمیلی شرافت کو کسی قدر مرعوب کرنے والا ثابت ہوا ہے۔ یہ
مظلوم اقلیتوں کی سمیت کرنے کے یہ بیٹھے ہیں کہ انسان اپنی ہر عزیز
کھو بیٹھے۔ اور کونسل کے کسی ممبر نے شکایتیں سننے یا بے انصافی
کے درد کرنے میں کوئی غیر واجبی جتنی نہیں دکھائی۔" دیا چرچہ
اس بیان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ قلیل التعداد جماعتوں کی مجلس
بھی چنداں کارگر نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ ان کی مدد کرنے کے معنی
یہ ہوتے ہیں۔ کہ اکثر التعداد جماعتوں سے لڑا جائے۔ اور دوسرے
کی خاطر اس کھیڑے میں پڑنے کو کوئی پسند نہیں کرتا۔ پس اس
دروازہ کو بھی مسلمانوں کو بند ہی سمجھنا چاہیے۔ کیا مسلمان نہیں
دیکھتے۔ کہ جس وقت سے اصلاحات جاری ہوئی ہیں۔ انگریزوں
میں سے اکثر حصہ لوز بروز ہندوؤں کے ہاتھوں میں پڑتا جاتا
ہے۔ انگریزی اخباروں کو پڑھ کر دیکھو۔ وہ یہ استثنائے چند
سب سے ہندوؤں کی تائید میں ہیں۔ انگریز ممبروں کی تقریریں
پڑھو۔ وہ سب سے ہندوؤں کے نقطہ نگاہ کے موید ہیں۔
انگریز حکام کو دیکھو۔ وہ ہندو قوم کی پیٹھ پر ہاتھ دہرتے ہیں۔ آخر
یہ کیا بات ہے۔ کیا مسلمان سمجھتے ہیں۔ کہ اس کا سبب یہ ہے
کہ ہندو حق پر ہیں۔ اور مسلمان ناراستی پر۔ اگر ان کا یہ خیال ہے
تو وہ اپنی ناراستی کو کیوں نہیں چھوڑتے۔ اور کیوں سچائی کو اختیار
نہیں کرتے۔ لیکن اگر یہ بات نہیں۔ تو انہیں سمجھ لینا چاہیے کہ
یہ خوری تبدیلی اصلاحات کی وجہ سے ہے۔ چونکہ اس ملک
میں نیابتی حکومت کی بنیاد ڈال دی گئی ہے۔ اس لئے انگریز بھی
لوز بروز ہندوؤں کی طرف جھکا رہے ہیں۔ ان کے اندر
ہی مقولہ تغیر پیدا کر رہا ہے۔ کہ ع :-
یاد غالب شو کہ تا غالب شہوی

اور ابی تو ابتر ہے۔ جس وقت ہندوستان کو کامل نیابتی
حکومت مل گئی۔ اور اسمبلی پر ہندوؤں کا قبضہ ہو گیا۔ اس
وقت تو انگریزوں کا سب سے بڑا مقصد یہ ہو گا۔ کہ ہندو
کی خوشی اور دنیا کو حاصل کریں۔ اگر لینڈ میں اپنے ہونٹوں
اور ہم مذہبوں کے مقابلہ میں اگر جنوبی آر لینڈ والوں کی بات
کو انگریزوں نے تسلیم کر لیا تھا۔ تو ہندوستانی مسلمانوں کا ساتھ
خلاف مصالح ملنے کے وہ کب دینے لگے۔ پس مسلمانوں کو آج
ہی ہوشیار ہو جانا چاہیے۔ اور اپنے حقوق محفوظ رکھ لینے
چاہئیں۔ ورنہ جو کچھ وہ آج چھوڑیں گے۔ کھل انہیں کسی
صورت میں نہیں مل سکے گا۔ اور ان کے لئے دوسری دروازہ
کھلے ہوں گے۔ یا اپنے مذہب کو خیر باد کہہ کر ہندوؤں سے
جا ملنا اور یا پھر آہستہ آہستہ اپنی قوم کو تباہ اور برباد ہونے
دینا۔ کیا ان دونوں طریقوں میں سے کسی کو بھی مسلمان پسند کر
سکتے ہیں؟ اگر نہیں۔ تو میں آج انہیں یہ کہہ کر اپنی ذمہ داری
سے فارغ ہوتا ہوں۔ کہ اپنے حقوق لینے کا یہی وقت ہے۔
اس وقت آپ نے غلطی کی۔ تو پھر آپ کا ٹھکانا نہیں نہ ہو گا۔
پس جلد بازی سے آزاد حکومت کی لالچ میں اپنی موجودہ آزاد

کو بھی نہ کھو ڈالیں۔ اور ایک دوسرے سپین کا نظارہ پیدا نہیں
کہ ہائے رونے کے لئے پہلا سپین ہی کافی ہے :-
میں یہ نہیں کہتا۔ کہ ہندوستان کی آزادی کے لئے کوشش نہ
کر۔ اب جبکہ انگلستان نے خود فیصلہ کر دیا ہے۔ کہ ہندوستان
کو نیابتی حکومت کا حق ہے۔ اس کے لئے جو جائز کوشش کی
جائے۔ میں اس میں اپنے دوسرے بھائیوں کے شریک ہوں مگر
جو چیز مجھ پر گراں ہے۔ اور میرے دل کو بٹھائے دیتی ہے۔ وہ یہ
ہے۔ کہ مسلمان اپنے حقوق کی حفاظت کے بغیر آئندہ طریق حکومت
پر راضی ہو جائیں۔ اس کے نتائج نہایت تلخ اور نہایت خطرناک
نکلیں گے۔ اور مسلمانوں کو چاہیے۔ کہ جب تک کہ دونوں مسلم لیگ
کی پیش کردہ تجاویز کو قبول نہ کر لیا جائے۔ اس وقت تک کہ کسی
صورت میں بھی سمجھوتے پر راضی نہ ہوں۔ ورنہ جو خطرناک صورت
پیدا ہوگی۔ اس کا تصور کر کے بھی دل کا تپتا ہے :-
یہ بھی یاد رکھنا چاہیے۔ کہ ہندو کمیٹی کے مخالف جو مسلمان
ہیں۔ خواہ مسلم لیگ کے ممبر ہوں۔ خواہ خلافت والے۔ خواہ دوسرے
لوگ ان کے مطالبات جو میں اور کچھ آیا ہوں۔ اگر ان کی بنا پر فیصلہ
ہو۔ تو پھر مسلمانوں کو فیصلہ کی تبدیلی کا خوف نہیں رہتا۔ کیونکہ اس
صورت میں مسلمانوں کے حقوق محفوظ ہو جائے۔ اس لئے اور اگر
بعد میں ان احتیاطوں کی ضرورت نہ رہے۔ تو قوانین کا تبدیل کرنا
کچھ مشکل نہ ہو گا۔ کیونکہ ان کے بدلنے میں مسلمانوں کا فائدہ نہیں
بلکہ ہندوؤں کا فائدہ ہو گا۔ اور ہندو اس تبدیلی کی مخالفت نہیں
کریں گے :-

نوکران کے متعلق احتیاط کی ضرورت

ہندوستان میں آئے دن ایسے واقعات رونما ہوتے رہتے
ہیں۔ کہ نوکرانہ اوقات اپنے آقاؤں کی مالی اور اخلاقی تباہی کا
سبب ہونے کے علاوہ ان کی عزت و آبرو کی بربادی کا بھی
باعث بن جاتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر ایسی نظائر بھی ملتی ہیں کہ :-
غدار بعض اوقات نہایت سفاک قاتل کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ ان میں
لاہور کے ایک معزز مسلمان انجنئر کا سیردہ۔ اور مسوم بیگم
ایک۔ ایسے ہی ناکس حرام اور پاجی نوکر کی شہرت نہایت بے دردی
سے قتل کیا گیا۔ اس لئے ضروری ہے کہ ایسے ملازمین کے متعلق
احتیاط سے کام لیا جائے۔ اور کسی شخص کو جب تک اس کے
میل چلن اور عادات و اطوار کی اچھی طرح چھان بین نہ کرنی جائے
تو نہ رکھا جائے۔ پھر ان کی نگرانی سے غافل نہ ہو جانا چاہیے
اور خاص کر چھوٹے بچوں کو ان کے سپرد کرتے وقت بہت احتیاط
سے کام لینا چاہیے۔ جن کے عادات و اطوار کو وہ بگاڑ دیتے
اور طرح طرح کے خطرات کا باعث بنتے ہیں :-
ہماری جماعت کے لوگوں کو اس بارے میں اور بھی زیادہ احتیاط
کرنی چاہیے۔ اور دیندار ملازمین رکھنے چاہئیں :-

پولیس میں تعلیم یافتہ نوجوان

محلہ اطلاعاتی ایک اطلاع منظر ہے۔ کہ پنجاب پولیس میں چند ایک لکھنوا کے نفاذ کیلئے پنجاب کونسل نے اسل سائے نو لاکھ روپیہ منظور کیا ہے جس سے ملازمین پولیس کے شاہروں میں نماز کیا جائیگا۔ اگرچہ یہ اضافہ کوئی ایسا نہیں جو اعلیٰ تعلیم یافتہ اور شریف خاندان سے تعلق رکھنے والے نوجوانوں کو پولیس کی ملازمت شریفانہ طور پر رکھنے کی پوری توجیہ لائے۔ لیکن پھر بھی ایسے بہت کچھ مفید ثابت اور تعلیم یافتہ نوجوان زیادہ تعداد میں بھرتی ہونے شروع ہو جائیں گے۔ اس سے تو یہ سچ بھی کہہ سکتے ہیں کہ پولیس میں جیکو محکمہ پولیس کیلئے اس قدر مزید مصارف کا بار ملک پر لگایا جائے گا۔ اگرچہ پولیس کی نسبت زیادہ مفید اور کام آمد بننا چاہئے تو نہایت ہی سزا ہو گا۔ پولیس کے چھوٹے سے لیکر بڑے افراد تک سب کو کوشش کرنی چاہیے کہ اپنے محکمہ متعلق مشہور روایات کو بدل کر ملک کو اپنا تباخاواں بنانے کی کوشش کریں۔

پنڈت نہرو اور سندھ کی علیحدگی

نہرو کی کمیٹی نے مسلمانوں کو فریب دینے کیلئے قرار دیا تھا۔ کہ "ضروری اور مناسب مالی تحقیقات کے بغیر سندھ کو علیحدہ صوبہ بنا دیا جائے۔" ان الفاظ میں جو چال چلی گئی تھی۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے ہم نے لکھا تھا۔ "جو لوگ ہندوؤں کی چالوں اور گہری پالیسیوں سے واقف ہیں۔ وہ خوب جانتے ہیں کہ ضروری اور مناسب تحقیقات کا جملہ اپنے اندر کس قدر وسیع مطالب رکھتا ہے اور حضرت اسی ایک جملہ میں اس تجویز کے انجام کی تصویر کو واضح طور پر پیش کر رہے ہیں۔" (انصاف ۳۱ اگست) چنانچہ یہی ہوا۔ جو ہم نے سابقہ تجربات کی بنا پر قبل از دست سمجھا تھا۔ بمبئی کونسل میں ایک مسلمان جرنل نے جب ریزولوشن پیش کرنے کا نوٹس دیا۔ کہ سندھ کو بمبئی سے علیحدہ کر دیا جائے تو اس پر ہر پنڈت نہرو صاحب جو اپنی رپورٹ میں سندھ کو بمبئی سے علیحدہ کر دے جانے کا مسلمانوں کو یقین دلانے کے لیے ہیں۔ اعلان کرتے ہیں۔

بمبئی کونسل کے ہندو لیڈر ان کا گریسی جبروں سے میری درخواست ہے کہ وہ اس کی زبردست مخالفت کریں۔ سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ جب پنڈت نہرو ڈیزینٹیشن کے حصول سے قبل لکھنؤ کی آل پارٹیز کانفرنس کی قرارداد کے مطابق گورنمنٹ سے تعاون کا اعلان کر چکے ہیں۔ تو اسی کانفرنس کے فیصلہ علیحدگی سندھ کی مخالفت وہ کیوں کر رہے ہیں۔ وہ مسلمان لیڈر جو نہرو رپورٹ کی اس تجویز پر اقباط کر کے اسے ہندوؤں کے فلوں پر محمول کرتے ہیں۔ پنڈت نہرو صاحب کے اس اعلان پر غور کریں۔ اگر واقعی ان کی نیت یہی ہے۔ اور وہ فلوں دل سے علیحدگی سندھ کے حامی ہیں۔ تو انہیں اس تجویز کی زبردست تائید خود بھی کرنی چاہی تھی۔ اور جہاں گریسی جبروں کو اس کی پرورد تائید کرنے کی تلقین کرنی چاہئے تھی۔ لیکن برعکس اس کے وہ اس کی زبردست مخالفت کرانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

اشارا ۱۸۶

اس وقت جبکہ آزادی کی دلدادہ اور مغربی فیشن پر فریفتہ نوجوان ہندوستانی عورتوں اور لڑکیوں کے لئے سر کے لمبے بال ناقابل برداشت بوجھ بن رہے ہیں۔ اور ایک نیو فیشن لڑکی اور ترشے ترشائے نوجوان میں امتیاز کو نامشکل ہو رہا ہے امرت سکی اس خبر پر کوئی تعجب نہ ہوگا۔ کہ چند سکھ نوجوانوں نے اپنا کپڑے کا مانت کیسوں کے خلاف پراسیگنڈا جاری کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔ ہم بغیر کیس رکھنے بھی سکھ مذہب کے پیرو رہ سکتے ہیں۔

سنا ہے ایسے نوجوانوں کی سخت مخالفت کی جا رہی ہے اور اعلان کیا گیا ہے۔ کہ نئی تحریک کے مانت جن سکھوں نے اپنے کیس کٹوا دئے ہیں۔ ان کو چاہئے کہ اپنے بال بڑھالیں ورنہ سکھ کہلانے جانے کے مستحق نہ ہونگے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ اگر سکھوں کی مفید مذہبی کتاب آدھ گرتھ میں یہ الفاظ موجود ہوں۔ کہ "بھانوں لائے کیس کر بھانوں گھر لٹھنڈا" یعنی خواہمے بال رکھو یا نہ رکھو۔ تو پھر سر کے بال منڈانے والے نوجوانوں کو سکھ کہلانے سے کون روک سکتا ہے۔

جہاں مختلف زبانوں میں قرآن کریم کا ترجمہ کرنا نہایت ضروری اور ثواب عظیم کا کام ہے۔ وہاں اس کام کو سر انجام دینے کیلئے علم عربی کی اعلیٰ قابلیت کے علاوہ روحانیت اور تقویٰ طہارت کی بھی ضرورت ہے۔ خود فدائے قدوس فرماتا ہے۔ لا یمسہ الا المظہرون اس وجہ سے یہ بات یقیناً حیرت اور استعجاب کا موجب ہوگی کہ خواجہ حسن نظامی صاحب قرآن کریم کا ہندی ترجمہ عربی سے جاہل مطلق ہندوؤں سے کر رہے ہیں۔ جو بعض اوقات نہایت ہی مضحکہ خیز غلطیوں کے مرتکب ہوتے ہیں۔ مثلاً چند دن ہوئے خواجہ صاحب نے لکھا تھا۔ ہندی مترجم نے عیسیٰ ابن مریم کا ترجمہ عیسیٰ کا بیٹا مریم لکھا۔ اب ۲۸ ستمبر کے منادی میں لکھتے ہیں۔

"آج پھر ایک ہندو مترجم صاحب کی دلچسپ غلطی آئی تھی۔ فقہ حضرت عیسیٰ کا تھا۔ کہ تبرا نہیں نے حضرت مریم میں وح پھونک دی۔ مترجم نے پھونکنے کے لفظ کو ہلانا پھونکنا سمجھا۔ اور ترجمہ کیا کہ فرشتے نے جو آنگا کو جلا دیا" یہ غلطیاں جس قدر مترجم کی نادانی اور جہالت کی مظہر ہیں۔ اس سے زیادہ ترجمہ کی قدر قیمت بتا رہی ہیں۔

طہارت کے نہ صرف قائل ہوں۔ بلکہ اس کے اثرات اپنے اعمال اور افعال میں بھی رکھتے ہوں۔ ورنہ قرآن کریم کے ایلے سیدھے ترجمہ کو ہندی حردت میں لکھکر شائع کر دیتے سے بجائے فائدہ کے نقصان ہوگا۔ یہی نہیں کہ کئی ہزار روپیہ ضائع جائیگا۔ بلکہ اپنے پاس سے روپیہ خرچ کر کے ہندی پڑھنے والوں کو قرآن کریم کی اصلی اور صحیح تعلیم سے متفرق کرنے کا سامان بہم پہنچایا جائیگا۔ کیا ہم امید کریں۔ جناب خواجہ صاحب ہمارے اس محکمہ مشورہ پر غور فرمائیں گے۔

آریوں کی اس ذہنیت کا اندازہ لگانے کے لئے کہ وہ ہر بات میں کس طرح سارا تصور دوسروں کے ذمہ لگاتے ہیں۔ ذیل کی سطور ملاحظہ ہوں۔ "آئے دن ہماری ہزاروں دیویاں شیدا میاں تبلیغ کے ذریعہ سے اغوا لیا جاتی ہیں۔ غنڈے ان کی عزت و عصمت برباد کرتے ہیں۔ ہماری ہزاروں دوصوا بہتیں امت مہجری میں شریک ہو کر پلچے بچے پیدا کرنے کا باعث بن رہی ہیں۔" (آریہ گزٹ ۹ ستمبر) سب مال دامال اور عزیز واقارب کو چھوڑ چھاڑ کر جو ہندو عورتیں اپنی زندگی مسرت اور خوشی سے گزارنے کیلئے مسلمان نوجوانوں کے ساتھ برضا و رغبت اپنے آپ کو وابستہ کر لیں وہ تو "دیویاں" ہوں۔ لیکن مصیبت کی حالت میں ان کی دست برداری کرنے والے اور انہیں آوارہ منشی اور عصمت فروری کی زندگی سے بچا کر ان کا بار اپنے کندھوں پر اٹھالینے والے غنڈے بن جائیں پھر انہیں تو بچے پیدا کرنے کی حالت میں بھی نہیں کہا جائے۔ لیکن جو بچے پیدا ہوں ان کو لپیچ قرار دیا جائے۔ بہنوں کے بچوں کو لپیچ کہنا آریوں کا ہی کام ہے۔

مجلس خلافت پنجاب نے جو اقرار نامہ رکینت حال میں تالیف کیا ہے اس کی سب سے پہلی دفعہ یہ رکھی ہے۔ کہ "ذبیائے اسلام میں ایک مرکزی خلافت عظمیٰ کی تاسیس" معلوم ہوتا ہے مجلس خلافت نے جو معاصر تازیانہ کے طرز پر تحریر میں "خالق آنت" ہے۔ "خلافت عظمیٰ" کو بھی نہر کیلٹی کی رپورٹ سمجھ لیا ہے۔ کہ چند خلافتوں نے جس طرح اس کی تائید کر کے فیصلہ کر لیا ہے۔ کہ ہندوؤں کے مطابق مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ ہونا چاہئے۔ اسی طرح کچھ خلافتی جب "خلافت عظمیٰ کی تاسیس" کا اقرار کر کے کھڑے ہو جائیں گے۔ تو پھر کوئی صورت ہی نہیں۔ لادہ قائم نہ ہو سکا نہیں یا درہا چاہئے۔ کہ تاسیس خلافت کے متعلق خدائے برتر تو ان کا فیصلہ ہے۔ لیکن خلیفہ خلیفہ فی الامم یعنی دنیا میں وہ خود خلافت قائم کرتا ہے۔ نہ کہ خلافت کیلٹیاں خلافت عظمیٰ کی تاسیس کیا کرتی ہیں۔ کیا ہی فرے کی بات ہے۔ وہ خلافت کیلٹیاں جن کے معروض وجود میں آنے کی برکت سے نام کی خلافت بھی مٹ گئی۔ وہ اپنا مقصد دنیا کے اسلام میں خلافت عظمیٰ کا قیام بنا رہی ہیں۔

ہم جناب خواجہ صاحب سے درخواست کو بیگے عاگراںس ترجمہ کی عرض قرآن کریم کی روحانیت سے ہندی ماں اصحاب کو واقف کرنا ہے تو یہ کام ایسے لوگوں کے سپرد کرنا چاہئے۔ جو قرآن کریم کی روحانیت اور

پیغام صلح کا آخری ہی نمبر

۳۹ اگست کو پیغام صلح کا آخری ہی نمبر شائع ہوا ہے جس کا زیادہ تر حصہ ختم نبوت کے معنوں کی بحث سے لبریز ہے۔ قریباً ہر صفحہ پر نگار نے جماعت اعدیہ کے خلاف زہر نشانی کی ہے۔ اس لئے ہم چاہتے ہیں۔ اس کے متعلق مختصر طور پر ایک تبصرہ کیا جائے۔

خاتم النبیین کی وجہ اور پیغام صلح۔ مولوی محمد علی آپ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) نے تمام اخلاق کو اپنے کمال میں اپنے اندر جمع کیا ہے۔ اس لئے آپ قصر نبوت کی آخری اینٹ ہیں۔ اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ ص ۲۔

۲۔ مولوی صدر الدین صاحب لکھتے ہیں۔

”مشرق و مغرب نے گواہی دیدی ہے۔ کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصولوں سے بہتر اور کوئی اصول انسان کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتے۔ اس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خاتم النبیین ہیں۔“ ص ۳۔

۳۔ مولوی مرتضیٰ فار صاحب فرماتے ہیں۔

”وہ تمام انوار و برکات الہیہ وہ تمام تزیینات و تجلیات روحانیہ وہ تمام اخلاق و فضائل و تمام فضائل محمدیہ وہ تمام اوصاف حسنہ اور وہ تمام مراتب و درجات عالیہ کہ ان سے بڑھ کر انسانی قوی ان کے حصول سے قاصر ہیں۔ حضرت ختمی پناہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئے۔ (کیا اب کوئی نور۔ برکت۔ ترقی روحانی بقدر فضیلت وغیرہ باقی نہیں؟ ناقل) اور یہی راز ہے ختم نبوت۔“

۴۔ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کا ارشاد ہے۔

”آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نبوت کے تمام کمالات کو اپنے اندر اس طرح جمع کیا اور اخلاق فاضلہ کے ہر پہلو کا نمونہ ایسے کمال رنگ میں دنیا کے سامنے پیش کیا۔ کہ اس سے بہتر ممکن نہ تھا۔ اسی لئے آپ کے بعد کسی نبی کی بھی ضرورت نہ رہی۔“ ص ۵۔

۵۔ مولوی صدر الدین صاحب لکھتے ہیں۔

”جس مقام پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انسانیت کو پہنچا چاہتے ہیں۔ وہ ترقی کا انتہائی مقام ہے۔ اور وہ ایسا مقام ہے۔ کہ قوت و اہمیت بھی اس سے پرے پرواز نہیں کر سکتی اسی لئے ہم حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم النبیین یقین کرتے ہیں۔“ ص ۶۔

۶۔ مولوی محمد علی صاحب کا ارشاد ہے۔

”مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فطرت انسانی کی ساری شاخوں کی ایسی ہی کامل تربیت کی اور آپ کے وجود مبارک میں اخلاق انسانی کے سارے پہلو ایسے روشن ہوئے کہ آپ کے بعد کسی نبی کی حاجت دنیا میں نہ رہی۔“ ص ۷۔

ان پر شش بیانات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام اخلاق میں کامل بہترین اصول سکھانے والے انتہائی دیہات و مراتب

کے پائے والے اخلاق فاضلہ کا بہترین نمونہ پیش کرنے والے انسان کو انتہائی مقام ترقی تک پہنچانے والے۔ اور فطرت انسانی کی کامل تربیت کرنے والے قرار دیا گیا ہے۔ اور یہی وجہ آپ کے خاتم النبیین ہونے کی ثبوتی گواہی ہے۔ جس سے نہ ہمیں اور نہ کسی اور مسلمان کو نکار ہو سکتا ہے۔ مگر یہ کیا عجیب گورکھ دھندلے کے آپ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) انتہائی مقام ترقی تک انسان کو پہنچانے کے لئے آئے۔ اور فطرت انسانی کی کامل تربیت فرمائی۔ مگر نتیجہ کچھ بھی برآمد نہ ہو، بلکہ آگے جواس کامل تربیت کے بغیر تہہ اور نعمت الہی (نبوت) انسانوں کو ملا کرتی تھی وہ بھی بند ہو جاتا۔

۴۔ بسوخت عقل زحیرت کہ اینچہ بوالعجبی است بہر حال ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ تمام اوصاف مسم ہیں۔ مگر اس کا جو نتیجہ ”بزرگان پیغام“ نے تحریر فرمایا ہے۔ وہ بعینہ ایسا ہے۔ جس طرح کہ کہا جائے۔ یہ امت ذنوب لائق د قابل ہے۔ اور اس کے شاگرد بھی ذہین ہیں۔ مگر پاس کوئی نہیں ہو سکتا۔ ۵۔ برائے عقل و دانش بیا نگر گریست

نبوت کا کام اور اس کی ضرورت

اس سے تسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسی ضرورت نہیں۔ جس کو نبوت پورا کیا کرتی ہے۔ تو بے شک نبوت بند ہونی چاہیے۔ اور دراصل ختم نبوت کی بحث میں ہی بات روت ہے۔ ”پیغام صلح“ کے مضمون نویس صاحب نے مختلف طریقوں پر اس ضرورت کا فائدہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

۱۔ مولوی مرتضیٰ فار صاحب

”نبوت کی اصل غرض تو یہی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے احکام و تعلیمات انبیاء کے ذریعہ سے خلق خدا کو اپنی جگہ پر لائے۔ جب یہ احکام و تعلیمات مبدیہ کا سلسلہ اپنے کمال کو پہنچ کر ختم ہو گیا۔ تو لازماً نبوت بھی اپنے کمال کو پہنچ کر ختم ہو گئی۔“ ص ۱۔

۲۔ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب

”نبوت ختم ہو گئی۔ کیونکہ اس کا کام ختم ہو گیا۔ چونکہ قرآن پر اگر ہدایت کمل ہو گئی۔ اس لئے حاصل قرآن یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت اور رسالت بھی ختم ہو گئی۔“ ص ۳۔

۳۔ رشید عبد المجید صاحب

”شریعت نبوت سے بھی زیادہ ضروری چیز ہے۔ اگر خیال ان کے انعام شریعت یا ہدایت آگے کے لئے بند ہو گیا۔ تو پھر نبوت اور شخص نبوت کا اجرا تو ایک عبت چیز ہ جاتی ہے۔“ ص ۴۔

۴۔ مولوی صدر الدین صاحب

”حضرت نبی کریم عالم روحانی کے لئے آفتاب و ماہتاب ہیں۔ چنانچہ خود خدا تعالیٰ نے حضور کو مہر قادیان امیر آگے یا دفرمایا ہے۔ اس عالم کی ترقیات کے لئے جس طرح آفتاب و ماہتاب کے بعد کسی دوسری روشنی اور حرارت کا تجویز کرنا ناممکن ہے۔ اسی طرح سے اس آفتاب و ماہتاب کے بعد جو عالم روحانی کو منور کرتا ہے۔ کسی دوسری تجویز کرنا ضروری

ہے۔ اس لئے حضور سرور کائنات کو تمام النبیین کہا جاتا ہے۔ ان عبارات میں نبوت کی جو غرض ثبوتی تھی ہے۔ اور جس کو ختم کر کے نبوت کو ختم کیا گیا ہے۔ وہ درست نہیں۔ تعلیمات جدیدہ کا لانا نبی کے لئے شرط نہیں۔ (ایک نسطی کا انزال نامی شریعت نامی اس کی غرض نہیں۔ بلکہ ان خود ایک علیحدہ مرتبہ ہے۔ شریعت کی بندش سے نبوت کی بندش پر دین ناطق ہے۔ قانون غیر منبذ اور محفوظ صورت میں تاقیامت موجود ہے۔ ہاں اس کے اعلیٰ ترین شاخصین کی بھی ضرورت ہے۔ مولوی صدر الدین صاحب نے اپنے بیان میں جس آیت کا حوالہ دیا ہے۔ وہ یوں ہے تبارک الذی جعل فی السماء سرجاً و اجوا جعل فیہا سراجاً و جعل منیراً۔ بہت برکت والا ہے۔ وہ خدا جس نے آسمان میں ستارے بنا دیے اور ان میں سورج اور درشن چاند بھی بنایا۔ فرقان (۱) گویا یہ عام ذکر ہے۔ مولوی صاحب موصوفت جس آیت کی طرف اشارہ کرنا چاہتے تھے۔ وہ یوں ہے۔ و داعینا الی اللہ باذنہ سنر اجنا منیراً۔ کہ تو داعی الی اللہ اور درشن کرنے والا سورج ہے۔

۱۔ احزاب (۶) اس ذہول سے قدرت نے ان سے لکھو اور یا کہ سراجاً منیراً یعنی اس آفتاب کے ساتھ ایک ماہتاب بھی چاہیے جو عالم روحانی کو منور کرتا ہے۔

پینا علمی دوتو! کیرا یہ اسی نبی پر اشارہ! ہر طرف اشارہ نہیں۔ جس کو بارگاہ یزدیہ۔ یا شمس یا قمر انت مدنی و اقامتک ہائیا؟

نبوت اور کتاب

ہمارے دوستوں کو اصرار ہے۔ کہ نبی نبوت اور کتاب کیلئے کتاب لانا ضروری ہے۔ ہم قطع نحومت کے لئے اسے تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن پھر یہ پیغام صلح میں خود اس کے دو جواب موجود ہیں۔

۱۔ مولوی محمد علی صاحب فرماتے ہیں۔ ”کتاب کا لفظ قرآن کریم میں وسیع معنی میں آیا ہے۔ پس اس شریعت پر اصرار کرنا غلط ہے۔ اور غیبیہ کی مبعاد کو جس بقول مولوی صاحب کتاب کہا جاتا ہے۔

۲۔ صاف لکھا ہے۔

اگر سے ملن بھی لیا جائے کہ ایسے نبی آئے جس جن کے پاس کتاب یا اپنی شریعت نہ تھی۔ مگر وہ پھر بھی ایسی حالت میں تھے کہ ان کو کتاب سابقہ صحت، ربانی کی تصدیق کی۔ تو وہ کتابیں یک کا ظم اسکی اپنی کتابیں حضرت مسیح موعود کیلئے مطابہ کتاب پر مہل بھی ہی جواب ہے۔ آپ نے قرآن کی تصدیق کی بلکہ ثریا سے لائے اس لئے کہ کتاب ایک لحاظ سے ان کی اپنی کتاب ہو گئی۔ پس تعلیمات جدیدہ کا فائدہ یا شریعت کا خاتمہ نبوت کو بند نہیں کر سکتا۔ ۵۔

ہو ہے مدعی کا فیصد اچھا حق میں۔ زینت نے کیا خود ایک امن و کشف کا نبوت کی اہم غرض باقی ہے۔ بلاشبہ تکمیل شریعت بھی نبوت کی اہم غرض باقی ہے۔ جو تاقیامت باقی ہے۔ اس لئے نبوت جاری رہنی چاہیے۔

مولوی محمد علی صاحب اس تکمیل پہلی سطر میں لکھتے ہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

انسان کی روحانی تربیت یا نفس انسانی کا تزکیہ جو نبوت کی غرض و غایت ہے۔ دو طرح کی ہوتی ہے۔ اول اس مہارت کے ذریعہ سے جو نبی لاتا ہے۔ اور دوسرے اس تعلیم کا عملی نمونہ دکھا کر جو نبی اپنی ذات میں پیش کرتا ہے۔ ص ۲۵

یہ سنت اللہ ہے کہ امتداد زمانہ سے دل سخت ہو جاتا ہے۔ اور دین کی طرف سے توجہ مٹ جاتی ہے۔ تب تا اپنے ایک بندہ کو کھڑا کرتا ہے۔ جو دین کو بدعات سے پاک کر کے اس کی اصل شکل میں دنیا کے آگے پیش کرتا ہے۔ ص ۲۵

گویا یہ ناطق ہے کہ علمای اور نقولب فاسد کا علاج کر سکتے ہیں بلکہ خدا کی طرف سے کسی بندہ کو کھڑا کئے جانے کی نذر ت ہوتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ کون ہوتے ہیں جن کے اناس اللہ سے دلوں میں زندہ ایمان پیدا ہوتا ہے؟۔ میاں غلام یوں صاحب اس کے جواب میں فرماتے ہیں:-

انسان کا زندہ ایمان اللہ تعالیٰ کے زور و نشانات پر موقوف ہے۔ اور انبیاء کے معجزات میں یہی حکمت ہوتی ہے۔ کون کے دیکھنے والوں میں بھی وہ زندہ ایمان پیدا ہو جائے۔ جو دنیا میں اصلاح اور تغلب کا موجب ہوتا ہے کیونکہ محض روایات اور قصے کبھی وہ ایمان پیدا نہیں کر سکتے۔ ص ۲۵

غلام اللہ لکھتا ہے کہ نبوت کی غرض تزکیہ نفس ہوتی ہے اور یہ بدون معجزات انبیاء کے ممکن نہیں۔ پس نبوت جاری ہے ممکن ہے کہ بعض اصحاب۔ پیغام کو ہمارے اس واضح استدلال سے بھی اتفاق نہ ہو۔ اس لئے ہم اسی غیر میں شائع شدہ ایک بندہ بنی اس کے الفاظ پیش کرتے ہیں جس نے لکھا ہے:-

انصاف اور عوام زہند و شنو گرزمن نشونی اور پر کے بیانات سے ظاہر ہے کہ محض نبوت بدون شریعت و عبت نہیں۔ خصوصاً جبکہ شریعت محفوظ ہے بلکہ وہ زندہ ایمان پیدا کرنے والی، تزکیہ نفس کرنے والی ہوتی اور اصلاح خلق کا باعث بنتی ہے۔

کیا اس میں ہی تو نہیں بتایا گیا۔ کہ میں صاحب شریعت انبیاء کا قائم ہوں۔ بہر حال پیغام صلح کو اس کا جواب دینا چاہیے۔

جلیغ منظور
مرزا خدابخش صاحب جو "تشیخہ الاذیان" کے پامال لفظ کو بھی صحیح نہیں لکھ سکتے۔ بلکہ بار بار "تشیخہ اذیان" لکھ رہے ہیں۔ اور جن کا مبلغ علم اتنا ہے۔ کہ بابیوں کے متعلق لکھتے ہیں:-

وہ لوگ حضرت محمد رسول اللہ کو قائم النبیین نہیں مانتے۔ ص ۲۴

حالانکہ اسی اخبار کے سدا پر مولوی محمد علی صاحب لکھ چکے ہیں کہ:-
"بابیوں کا دعویٰ ہے کہ نبوت بلاشبہ آنحضرت سلم پر ختم ہو گئی ہے۔"

جماعت احمدیہ کو پیچ دیتے ہیں۔ کہ:-
"رجب سے یہ آیت نازل ہوئی آج تک اس کے معنی اپنی مہر نبیوں کا بننے والا نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئے اور نہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کئے۔ نہ تابعین نہ تبع تابعین حتیٰ کہ اس دم تک کسی مفسر قرآن نے کئے۔ ص ۲۴

میں جناب کا یہ جلیغ منظور ہے۔ مگر تبتائیے۔ آپ کس بات کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ جبکہ آپ کو خود ہی ستم ہے۔
"اس میں شک نہیں۔ کہ قائم نفع سدا رہ گیا کہ قرآن میں انبیاء کے معنی علامہ آخر کے مہر کے بھی ہیں۔ ص ۲۴

جب بیوں کی مہر کے معنی میں۔ تو پھر جگہ اگر کس بات کا۔ باقی اگر یہ سوال ہو کہ نبیوں کی مہر سے کیا مراد ہے۔ اور اس میں امتیاز کبھی ہے؟ تو اس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مندرجہ ذیل الفاظ کافی ہیں آپ تحریر فرمائیں:-
"وہ قائم انبیاء بننے۔ مگر ان جنوں کے رو سے نہیں کہ آئندہ اس سے کوئی روحانی تفریق نہیں ہوگا۔ بلکہ ان جنوں سے کہ وہ صاحب قائم ہے۔ بجز اس کی مہر نے کوئی تفریق کسی کو نہیں ہرگز۔ اور اس کی امت کے لئے قیامت تک مکالمہ مخاطب الہیہ کا دروازہ بھی بند نہ ہوگا۔ اور بجز اس کے کوئی نبی صاحب قائم نہیں۔ ایک وہی ہے جو نبی مہر سے ایسی نبوت بھی مل سکتی ہے۔ جس کیلئے امتیاز لازمی حقیقۃ الوحی ہے۔ بزرگان مساف کے مفصل معانی کے لئے حقیقۃ النبوة ملاحظہ ہو۔

حضرت مسیح موعود کی پوزیشن
اگرچہ غیر باعین کا یہ طریقہ ہے کہ ہر رنگ میں حضرت قدس کے مرتبہ کو کم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر حضرت کی آواز بلند ہو کر رہی ہے اس میں بھی جس کا مقصد یہ تھا کہ نبوہ مسیح موعود سے الٹا کر لیا جائے۔ بعض ذہمی آوازیں آپ کی نبوت کے اثبات پر موجود ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے:-
"اس چودھویں صدی کے مجدد اعظم کو ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا جو گو رسول تھا۔ مگر خدا کے رسول کی طرح خدا اس سے ہم کلام ہوتا تھا۔ اور گو وہ نبی نہ تھا مگر خدا کی طرح اس سے نشانات کا ظہور کرتا تھا۔ اور یہی وہ ایمان ہے۔ کہ اس آواز پرست زمانہ میں بھی وہ ایک ایسی جماعت تیار کر گیا جو باوجود ہزاروں کفر و کذب کے توح خدمات نبوی میں تمیز ہے۔ ص ۲۴

حیرت کی بات ہے۔ کہ جب خدا تم اس رسول کی طرح ہم کلام ہوا۔ نبیوں کی طرح اس سے نشانات ظاہر ہوں۔ پھر وہ نبی نہ ہو؟ یہ بات ہماری سمجھ سے تو باہر

۲- ایک صحیح صاحب کہتے ہیں:-
"میرا عقیدہ ہے کہ ہمارے مسیح موعود امتی نبی تھے۔ ص ۲۴

۳- لکھا ہے:-
"مہر رسول اللہ صلعم کی نبوت ایسی ناقص اور محدود ہے۔ کہ آخری زمانہ میں اسے اپنی امت کی اصلاح کے لئے باہر سے کسی نبی کی ضرورت پڑے۔ بلکہ آپ کی زندہ نبوت کا یہ بین نبوت ہے۔ کہ آپ کے غلاموں میں سے ہی مسیح جیسے انسان پیدا ہو سکتے ہیں۔
"کیا یہی ختم نبوت کے معنی نہیں؟ تاقل جو آپ کی نبی نبوت کے فیض اور انوار سے امت کی اصلاح کر سکتے ہیں۔ ص ۲۴

عبارتیں واضح ہیں۔ کاش غی پرستی مطلوب ہو۔
"باروجودیکہ پیغام صلح میں تسلیم کر لیا گیا ہے۔ کہ مسلمان اس وقت مردہ ہیں۔ اور لکھا ہے:-

مولوی صدیق الدین کا حوالہ
حضرت مسیح موعود پر
"اس وقت ہی حال مسلمانوں کا ہے۔ کہ وہ شخصی طور پر یہی اکثریت حال نظر آتے ہیں۔ ان کے اخلاق گم ہوئے ہیں۔ وہ انسانیت کے اعلیٰ اصولوں پر عمل پیرا نہیں۔ فوجی رنگ میں بھی انہیں کوئی وقعت دیکھا نکت نہیں۔ اور نہ ان میں اہل تقویٰ لیڈر رہی رہے ہیں۔ الاما شاء اللہ۔ اس لئے بڑے زور سے تنزیل واد بار کے گڑھے کی طرف بارہا ہے۔ ص ۲۴

مگر بایں ہمہ مولوی صدیق الدین صاحب نے لکھا ہے۔
"انہیں ان مسلمانوں کو کافر کہنے یا ان کے ساتھ کافروں کا سا سلوک کرنے سے اجتناب کریں۔ عمل ان کے ہر کام اور ہر عبادت میں حصہ لیں۔ تاکہ پیسے ہم خود وحدت نسل انسانی کی بنیاد رکھیں۔
"مولوی صاحب کی یہ تجویز جہاں ایک غلط اور ناقابل عمل تجویز ہے۔ کیونکہ پھر عیسائیوں ہودیوں اور ہندوؤں کے ہر کام اور ہر عبادت میں حصہ لینا بھی ضروری ہوگا۔ کیونکہ وہ بھی نسل انسانی میں شامل ہیں۔ وہاں اسی کو وحدت نسل انسان کی بنیاد قرار دیکر حضرت قدس پر بھی حملہ کیا گیا ہے۔ کیونکہ آپ نے صاف طور پر لکھا ہے:-

"یاد رکھو عیساکر خدا نے مجھے اطلاع دی ہے تمہارے پر حرام ہے اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر اور کذب یا شرک کے پیچھے ناز پڑھو۔ بلکہ چاہئے کہ تمہارا ذہنی امام ہو جو تم میں سے ہو۔ اسحیاتی طرت حدیث بخاری کے ایک پہلو میں اشارہ ہے سکام امکم منکم یعنی جب مسیح نازل ہوگا۔ تو ہمیں دو سرے فرقوں کو جو وہ کو سلام کرتے ہیں۔ بجلی ترک کرنا پڑیگا۔ اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔ پس تم ایسا ہی کرو۔ یہاں تم چاہتے ہو کہ خدا کا الزام تمہارے سر پر ہو۔ اور تمہارے عمل حیطہ ہو جائیں۔" (اربعین جلد ۳ صفحہ ۱۷)

اے حضرت مسیح موعود کی محبت کا دعویٰ کرنے والو! موجود اور غور کرو۔ تم کہاں سے کہاں جا رہے ہو۔ کیا تم چاہتے ہو کہ خدا کا الزام تمہارے سر پر ہو اور تمہارے عمل حیطہ ہو جائیں؟ ہمیں تفادت رہ از کجا تا بجا خاکسار:- اللہ ڈالاجا نہ دھری (مولوی فاضل) از سرینگر

۱۸۷

جماعت محمدیہ پشاور اور خان مولوی غلام حسن صاحب

ہماری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ جبکہ ہم نے پیغام صلح کی تمہیر کے صفحہ پر ایک مضمون خان بہادر مولوی غلام حسن صاحب کے قلم سے لکھا ہوا مط لکھیا۔ الحمد للہ حضرت ذہیر اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے صلح جو اصحاب ہم میں موجود ہیں کچھ بعید نہیں کہ ہمارے دیرینہ مکرم و منظم مولانا ان میں سے ایک ثابت ہو کر قوم کو اس خلیفان اور مصلح سے جس میں کہ وہ چودہ سال سے متلا ہے۔ نکالنے میں کامیاب ہوں۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے مولانا صاحب ابتدا سے ہی غیر سیاسی حضرت کو خاندان نبوت و صحابہ سیح موعود علیہ السلام کے خلاف زبان طعن و دراز کرنے سے منع فرماتے رہے۔ گو یہ قسمی سے ان کے مواعظ پر کم تو جہودی جاتی لیکن مولانا کا اپنا رویہ اس معاملہ میں ہمارے نزدیک قابل قدر ہے۔ مولانا نے یہ بالکل صحیح لکھا ہے کہ

رچودہ سال سے مسئلہ نبوت پر جو بحث چلی آتی ہے۔ اس سے اب تک کوئی مفید نتیجہ پیدا نہیں ہوا۔ بلکہ سلسلہ کو سخت نقصان پہنچا ہے۔ اور اخلاق خراب ہو چکے ہیں اور جماعت میں جدل کی عادت ترقی کر رہی ہے۔ خیالی اور جیت پر اتر آتے ہیں۔ اور ہر وقت یہ خیال ہے کہ دوسرے کو نیچا دکھائیں۔ نفرت اور حقارت۔ محبت اور تکریم کی جگہ لیتی جاتی ہے۔

ہم مولانا صاحب کے نہایت ممنون ہوئے۔ اگر وہ ہجرت سے سبابت کے خلاف سلسلہ آواز اٹھاتے رہیں گے۔ اور اپنے ان بھائیوں کی عزت و توقیر کا درس جاری رکھیں گے۔ جو حضرت جری اللہ فی علی اللہ علیہ السلام کے ذریعہ سلک اخوت میں منسلک کئے گئے۔ تاکہ ان بھائیوں سے جن کو انجناب کی باریک بین آنکھ مشاہدہ فرما چکی ہے۔ یہ مقدس جماعت پاک و صاف ہو جائے۔ اور ان مسائل پر اب مزید بحث کی ضرورت ہی کیا ہے جبکہ مولانا جیسے صاحب علم انسان اس بات کی تصدیق فرما چکے ہیں کہ

رعدان کے (ہمارے) امام حضرت میاں صاحب کا موجودہ عقیدہ نبوت کے متعلق لاہوری جماعت کے عقیدے کے ساتھ متفق ہے!

علاوہ میں ہمارے امام ایدہ اللہ بنصرہ العزیز خود بھی اس امر کا اظہار فرما چکے ہیں۔ کہ نبوت کے متعلق جناب مولوی محمد علی صاحب کی وہ تمام تحریرات جو اختلاف سے پہلے کی ہیں۔ ایک جگہ صحیح کر دی جائیں۔ تو یہ بھی ان پر دستخط کر دوں گا۔ اور اعلان کر دوں گا کہ میرا یہ عقیدہ ہے۔ پھر حضور بار بار بتا چکے ہیں کہ سرور دو جہان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ انہی ممنون میں قائم بنائیں مانتے ہیں۔ جن ممنون میں خود قرآن مجید نے ان کو پیش کیا ہے اور جو معنی صلحائے امت کے نزدیک متفق ہیں۔ اور جو معنی اس

زمانہ کے امام حکم و عدل نے اپنی مختلف کتب میں درج فرمائے ہیں۔ نیز وہ اس امر کو بھی واضح فرما چکے ہیں کہ مسئلہ تکفیر میں ان کا وہی مسلک ہے۔ جو حضرت سیدنا سیح موعود علیہ السلام کا تھا جس کی تشریح حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۳ - ۱۶۵ و صفحہ ۱۷۸ - ۱۸۰ پر درج ہے۔ اور لاہوری جماعت کے عقائد بھی اجمالی طور پر یہی ہونگے۔ تو پھر ان مسائل میں باریکیاں نکالنے اور فریادوں پر رو کر کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ ایسی بحثوں کو چھوڑنا انہی لوگوں کا کام ہو سکتا ہے۔ جو چھت کو مرکز و اہد پر جمع ہوتے دیکھ نہیں سکتے۔ اور مولانا جیسے اہل علم انسان کے ان شستہ خیالات کی نسبت جو اتحاد و اتفاق کی لہروں سے موجزن ہیں۔ یوں تبصرہ کرتے ہیں:

مولانا نے اس مضمون میں میاں صاحب کے موجودہ عقیدہ کو لاہوری جماعت کے عقیدہ سے متفق بتایا ہے اس میں ان کو کچھ غلط فہمی ہوئی ہے۔ اور غالباً میاں صاحب کے ایک تازہ مضمون سے ہوئی ہے۔ میاں صاحب کا موجودہ عقیدہ دربارہ نبوت بدل نہیں۔ وہ الفاظ جو انہوں نے اپنے مضمون میں لکھے ہیں۔ کہ وہ حضرت صاحب کو انتہائی سمجھتے ہیں۔ گول مول ہیں۔ پیغام صلح ایسا تبصرہ لکھنا انہی لوگوں کا کام ہے۔ جن کی نسبت آیا ہے قائل الذیت فی قلوبہم نہ فی قلوبہم صاقتا شدہ صحتہ البتغاء الفلنتہ و البتغاء تا دیدہ۔ باوجودیکہ مولانا نے ختم نبوت پر جو دلائل ارقام فرمائے ہیں۔ ہماری سمجھ سے بالاتر ہیں پھر بھی ہم جماعت میں اتحاد کے استحکام کے لئے ان کی سخی کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

خاکسار عبد الباقی احمدی فنان ششل سکریٹری انجمن احمدیہ پشاور

زمینداروں کو بروقت مشورہ

(از محکمہ اطلاعات پنجاب)

رائے صاحب لالہ جے چند لوتھرا آئی۔ اے۔ ایس نے آئندہ فصل راجہ کی تخم ریزی کے متعلق مندرجہ ذیل کارآمد نوٹ بروقت مشورہ کیا ہے۔

۱۹۲۸ء کی فصل گندم پر ناموافق موسم کی وجہ سے کافی کٹائی سخت حد کیا۔ جس سے پنجاب بھر میں گندم کی پیداوار کم ہو گئی۔ کیونکہ گندم کے دانے یا تو کافی نشوونما حاصل نہ کر سکے۔ یا بہت سی صورتوں میں مرجھا گئے۔ دونوں کی مرعہائی ہوئی شکل سے یہ خیال پیدا ہو گیا ہے۔ کہ ان میں قوت نمو لازمی طور پر گھٹ گئی ہوگی۔ اور اس لئے تخم ریزی کے اعراض کے لئے ناموزون ہونے سے اس امر کے

متعلق تجربہ بانٹنے سے کہیں ہیں۔ کہ گندم کے دانوں کی قوت نمو اس حد تک متاثر ہوئی ہے۔ مختلف مقامات سے۔ دانے حاصل کئے گئے۔ تجربات کے بعد معلوم ہوا کہ کا و نونوں کی طاقت نمو نوے اور نانوے فیصد کی کہ میں میں رہی ہے بارہ نونوں کی قوت نمو اسی اور نوے اور نونوں کی طاقت اور اسی کے درمیان تھی۔ تین نوے بہت کمزور نکلے۔ اور ان کی طاقت باقی سینتالیس اور کتالیس اربھتالیس فیصد تھی۔ اکثر حالتوں میں نو کی طاقت نوے فیصد سے زیادہ تھی۔

تخم ریزی کے اعراض کو مد نظر رکھتے ہوئے جس گندم میں طاقت اسی فیصد سے کم ہو۔ اسے ناموزون تصور کرنا چاہئے۔ اور تخم ریزی کے لئے اس کا استعمال مناسب نہیں۔ معمولی افزائش پر طاقت نمو ۱۹۵ اور ۱۰۰ کے میں میں رہتی ہے۔ جو دانے سکر جائیں۔ ان سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ ان میں قوت نامید ہو گئی ہے۔ گو یہ ظاہر ہے۔ کہ ان کی طاقت موگھٹ جاتی ہے۔ چھوٹے اور کمزور دانے پھوٹ تو پڑینگے۔ لیکن لازمی طور پر کمزور رہینگے۔ پودوں کی آسمانی نشوونما کے لئے اعلیٰ اقسام کے نچتے اور طاقت و دانے تخم ریزی کے لئے استعمال کرنے چاہئیں۔

فصل گندم کو نقصان پہنچنے کی وجہ سے ہو سکتا ہے۔ کہ بعض حصص صوبہ میں اعلیٰ درجہ کی کافی گندم میر نہ آئے۔ اور کان ایسی گندم پونے پر مجبور ہو جائیں۔ جس کی اگلے اور بڑھنے کی طاقت نسبتاً کم ہو۔ طاقت کی کمی تخم ریزی کے دانوں کی مقدار کو بڑھادینے سے پوری ہو سکتی ہے۔ اضافہ کی مطلوبہ مقدار معلوم کرنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ دانوں کی طاقت نمو کا اندازہ لگایا جائے۔ اس کے مختلف طریقے ملاحظہ کر کے موسمی ذبوں میں بالتفصیل دئے گئے ہیں۔

سب سے آسان طریقہ یہ ہے۔ کہ ایک سخی کا پیالہ لو جس میں پانی سرایت کر چکا ہو۔ یا ایک چینی کی رکابی لو۔ اور اس میں سوٹے کپڑے کا ایک بھگیا ہو اٹھا رکھو۔ نوٹ کے سوڈے جن لو۔ اور انہیں کپڑے پر رکھ دو۔ اس رکابی کو ایک رکابی سے ڈھاتی ہو تاکہ پانی بخارات کی صورت میں اڑ نہ جائے۔ ہر دن اس رکابی کا معائنہ کرو۔ اور اگر ضروری ہو۔ تو تازہ پانی ڈالتے جاؤ۔ تاکہ کپڑا اور دانے تر رہیں جو نوی دانے چھوٹیں۔ ان کا شمار کر لو اور انہیں لیجھو رکھو۔ ایک وقت تک یہی عمل جاری رکھو جب سوٹے کا عمل ختم ہو جائے۔ تو وہ دانے گن لو۔ جو چھوٹے چکے ہیں۔ مثلاً اگر سوٹے ۸۰ دانے چھوٹے ہوں۔ تو اس سے ظاہر ہے۔ کہ گندم کا پچھلے تخم ریزی کیلئے بالکل ناکارہ ہے۔ پس فصل کی پوری مقدار کے لئے اسی قدر گندم فی ایکڑ اور پونے چائے۔ اگر ایک سو فیصدی طاقت والے دانے چھپیں پھر در کا ہوں۔ تو ۸۰ فیصدی چھوٹے دانے کی مطلوبہ مقدار تقریباً آئیس سے سو فی چھپے یہ معلوم کرنا بھی بہت ضروری ہے۔ کہ تخم ریزی کے لئے خالص اور ایک ہی قسم کی گندم کام میں لائی جائے۔ اور اسے منسی ریلی۔ پیازی۔ تیکلا وغیرہ سے بالکل پاک رکھا جائے یہ چیزیں بالعموم گندم میں بائی جاتی ہیں۔ اور اس کی قیمت کو گھٹا دینی ہے۔ جو زمیندار اپنی گندم پر تجربہ کرنا چاہیں۔ وہ باہر بھرنو تا ایسی سی ایشیا وغیرہ بہ مدد رج نہ صرف اسے تجربہ کی اطلاع دینگے۔ بلکہ ان تمام سوالات کا جواب بھی دیا کریں گے۔ جو اس بارہ میں دریافت کئے جائیں۔

پشاور میں اسرار علی صاحب نے اسرار علی صاحب نے اسرار علی صاحب نے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وصیتیں

نمبر ۲۸۳ میں خیر الدین ولد میاں شہاب دین قوم بانڈہ پیشہ سنگی نزدیکی عمر تخمیناً ۹۰ سال تاریخ بیعت ۱۹۰۸ء ساکن موضع کھاجوں ڈانچہ بنگہ ضلع بانڈہ تحصیل نوشہری قلعہ ہوش و حواس بلا جبر واکراہ آج تاریخ ۵ مئی ۱۹۱۷ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائداد موجودہ ایک کوٹھالیہ ایک صد روپیہ موضع کھاجوں میں ہے۔ اور اسکے پانچ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اور میرا گزارہ میری آمدنی پر ہے اس کے پانچ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ جو اثاثہ و السواہ باہ و تیار ہوں گا اور یکصد روپیہ میں نے قرض حسنہ لیا ہے اس کے بھی پانچ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوٹھہ و قرض حسنہ کے حصہ وصیت کی رقم ادا کر دوں تو اسے حاصل کر کے منہا کر دی جاوے گی۔ ورنہ میرا بڑا بیٹا مسی غلام محمد ادا کرے اس کا مالک رہیگا۔ کیونکہ میں چھوٹے بیٹے مسی عبدالسد کو اس کا حصہ ادا کر چکا ہوں۔ وصیت کردہ جائیداد اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اگر کوئی میری اور جائداد ثابت ہونے پر میرے مرنے کے بعد اس کے بھی پانچ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ بقلم خود رحمت اللہ احمدی سکریٹری۔ ساہیابنگہ گواہ شدہ۔ کترین غلام نبی خاں ولد صوبے خاں سکند بنگہ العبد۔ خیر دین بقلم خود سکند کھاجوں گواہ شدہ۔ رحمت اللہ ولد حکیم عمرا لہ بن سکند بنگہ

نمبر ۲۸۶ میرا بی بی زوجہ میاں غلام محمد صاحب راجپوت عمر ۲۳ سال بیعت ۱۹۰۸ء ساکن سیدوہ ضلع شیخوپورہ بقاعی ہوش و حواس بلا جبر واکراہ آج تاریخ ۵ مئی ۱۹۱۷ء کو حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری جائداد اس وقت مبلغ معائنہ روپیہ ہے۔ جو بصورت زیور ہے حق مہر اس میں شامل ہے۔ اس کے پانچ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم بہرہ وصیت داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کر کے رسید حاصل کر لوں۔ تو ایسی رقم حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جائے گی۔ فقط والسلام العبد فتح بی بی موصیہ گواہ شدہ غلام محمد زگر خاں وند موصیہ گواہ شدہ۔ احمد الدین زرگر بقلم خود گواہ شدہ۔ عبد الرحمن بقلم خود

نمبر ۲۸۷ میں نظام الدین خاں ولد صوبے خاں سکند بنگہ زئی عمر ۸۳ سال بیعت اپریل ۱۹۱۵ء ساکن دھرم کوٹ وندھا و ضلع گورداسپور بقاعی ہوش و حواس بلا جبر واکراہ آج تاریخ ۲۸ مئی ۱۹۱۷ء کو حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائداد اس وقت کوئی نہیں۔ ماہوار آمد ہے۔ میں اپنی ماہوار آمد کا پانچ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ نیز میری وفات کے وقت میرا جس قدر قرض ہو گا اس کے بھی پانچ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

جرمنی تحفہ

کیسٹیکل گولڈ گوشوائے
یہ کانوں میں پہننے کے نہایت نفع دہندہ ہیں۔ انہیں سیرا کا سکے ایسے نگ جڑے ہیں کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہیرے لگا دے۔ سات میں لیسپ کی جوت سے انہیں رنگا نہیں ٹھہرتی۔ ان کے پہننے سے صورت یہ معلوم ہوتا ہے کہ چاند کے چہرے سے قربان ہو رہے ہیں قیمت فی جوڑ ۸ روپے۔ اسے محمول دہلی

کیسٹیکل گولڈ گوشوائے

یہ ٹیٹن بھی مش سونے کے ہیں۔ جو بہت خوبصورت ہیں ان کا رنگ روپ سونے کے مانند ہمیشہ قائم رہتا ہے۔ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ یہ سونے کے نہیں نایاب تحفہ ہے۔ قیمت فی سٹ ۴ روپے سٹ کے خریدار کو ایک سٹ مفت علاوہ محصول دہلی

حب اٹھرا

محافظ اٹھرا گولیاں حب سٹرو
جن کے پتے چھوٹے ہی فوت ہو جاتے ہیں۔ یا دقت سے پیدل گرجا ہے۔ یا مردہ پیدا ہوتے ہیں۔ انکو عوام اٹھرا کہتے ہیں۔ اس مرض کی علامت حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب شاہی حکیم کی مجرب اٹھرا کبیر کا حکم لکھتی ہیں یہ گولیاں پاپ کی مجرب مقبول و مشہور ہیں۔ اور ان گھروں کا چرنا ہے۔ جو اٹھرا کے بیخ و دم میں مبتلا ہیں۔ وہ خالی گھر آج خدا کے فضل سے بچوں سے بھرے پڑے ہیں۔ ان لاشانی گولیوں کے استعمال سے بچہ ذہین خوبصورت اٹھرا کے اثرات سے بچا ہوا پیدا ہو کر والدین کیلئے آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کی راحت ہوتا ہے قیمت فی تولہ پانچ روپے حاصل سے اخیر رضاعت تک تقریباً نوزدہ خرچ ہوتی ہیں ایک دفعہ منگائے پر نئی تولہ خرید کر لیا جائیگا۔

فاروق کا خاں نمبر

خدا تعالیٰ کے فضل سے فاروق کا خاص نمبر جو فتنہ مستریان کے رازدوں کے آشکاشات کرنے والا ۲۰ ستمبر ۱۹۱۷ء کو نکلا تھا۔ وہ باوجود کسی قدر زیادہ تعداد میں صبح کرنے کے ہاتھوں ہاتھ نکل گیا۔ آئندہ کوئی دوست اس کے لئے ٹکٹ نہ ارسال کریں۔ صرف ۲۰ روپے اس کے لئے باقی رکھے گئے ہیں۔ کہ جو بعد میں خریدار فاروق کے ہوں گے۔ اس پر سے فاروق ان کے نام جاری کیا جائیگا صرف نئے خریدار کو یہ پرچہ بھیجا جائیگا۔ اب اجاب کی پرورد خواہش اور تحریک کے ماتحت عام اشاعت کیلئے اس کو کتاب صورت میں چھاپنا چاہا ہے۔ اور بعد نظر ثانی کا تب کو لکھنے کے واسطے دیدیا ہے۔ ضرورت ہے کہ یہ مضمون اسی کثرت سے تقسیم کیا جائے۔ جس کثرت سے مستریوں نے اپنے اشتہار اور پفلٹوں کو لکھ دئے ہیں۔ اس لئے جملہ احمدی اجاب حسب توفیق اس کی اشاعت میں حصہ لیں۔ اور جتنی احمدیہ انجمنیں ہیں وہ بھی اس کو خرید کر ایک ایک نسخہ ہر ایک احمدی اپنے پاس رکھیں۔ اور باقی دو سڑوں کو تقسیم کر دیں۔ پس جتنی جتنی کاپیاں اجاب اور انجمن ہاؤ کو مطلوب ہوں۔ ان کی اطلاع جلد دفتر فاروق میں بھیجیں۔ تاکہ جتنی ضرورت ہو اتنی تعداد میں اس کو دوبارہ طبع کیا جائے۔ قیمت فی کاپی ساڑھے چار روپے مع محصول ایک ہوگی ایک بزرگ نے جو اپنا نام ظاہر کرنا پسند نہیں کرتے۔ مبلغ

دس روپے ادو کر می بیہ منظور محمد صاحب موجد لیسنا القرآن نے مسئلہ روپیہ اس کی اشاعت کے لئے بطور نادر عطا فرمائے ہیں جزاھم اللہ احسن الجزاء اجاب جلد سے جلد تعداد خریداری سے مطلع فرمائیں۔

المعلون فاکسار۔ منیر فاروق قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

ضرورت ہے

ایک ڈرافٹسمن کی۔ پنجاب کے ایک ڈسٹرکٹ بورڈ کے لئے تنخواہ اسی روپے (۱۰۰) ماہوار خواہشمند ملازمت بہت جلد اپنی اپنی درخواست بعد نقول سندات دفتر ہذا میں بھیجیں۔ درخواست بنام جی این ڈسٹرکٹ بورڈ ہو۔ جگہ کا نام چھوڑ دیں۔ یہاں سے ڈسٹرکٹ بورڈ سے بھیجی جائیگی۔ درخواست کے ساتھ تصدیق چال ملین کاپی بھیجیں۔ سیکریٹری امور عامہ یا امیر جماعت مقامی کابھیجیں۔ محرم صادق ناظر امور عامہ قادیان

اخبار الفضل میں سچے اشتہار دینے والے اصحاب خوب فائدہ اٹھا سکتے ہیں نمونہ اشتہار بالکل واجب ہے۔

ہندستان کی خبریں

نیٹی تال - ستمبر - فلٹنٹ نواب جمشید علی خاں کی سرکردگی میں زمینداروں کے ایک ایڈریس کا جواب دیتے ہوئے سرسکیم میں لکھا کہ حق رائے دہی اور مخصوص نمائندگی کے مسئلے ان اہم مسائل میں ہیں جو سامنٹ کمیشن کے پیش نظر ہیں۔ حکومت اس صوبے میں بالغ مردوں یا بالغ عورتوں کو حق رائے دہی دینے کی خیالی تجویز کی تائید کرنے کیلئے تیار نہیں ہے۔ اور مخصوص نمائندگی کی تسخیر کی بھی مخالفت ہے۔ آخر میں دفتر سے وعدہ کیا کہ کونسل میں زمینداران اگر کوئی مزید نمائندگی دی جائیگی۔

شملہ - ۲۱ ستمبر - معلوم ہوا ہے کہ نہرو کمیشن نے آج ایک اجلاس میں فیصلہ کیا ہے کہ ۱۵ دسمبر کو کلکتہ میں آنی پڑے گا۔ ڈیشن کا اجلاس منعقد کیا جائے۔ لالہ لاجپت رائے کو کمیٹی کی دارالاشاعت کا کام سپرد کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ پنڈت موتی لال نہرو سٹیج بہادر سپرد اور مسٹر جیا کر کی ایک ماتحت مجلس مقرر کی گئی۔ جو آل پارٹیز کانفرنس کے استفسارات کا جواب دیگی۔

پونا - یکم اکتوبر - کلکتہ کی گنتی کا جہاں کے سامنے سے گزر رہا تھا کہ معمولی سا فساد ہو گیا۔ کوئی سخت ہنگامہ نہیں ہوا۔ آج بالکل سکون ہے۔

حیدرآباد - ۲۹ ستمبر - کل سکھوں کے گوردوارہ بند ہیں۔ مسلمانوں اور سکھوں کے درمیان ہولناک فساد ہوجانے کی اطلاع موصول ہوئی ہے۔ فریقین کے متعدد آدمیوں کو نقصان پہنچا۔ مسلح پولیس اور رسالہ موقع پر پہنچ گیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مسلمان فقیر کے مال ٹیکری میں دفن کئے جانے کے سلسلے میں دو سال سے سکھوں اور مسلمانوں میں ناراضگی پیدا ہوئی تھی۔ سکھ اس مقام کو مقدس تصور کرتے ہیں۔

معلوم ہوا ہے کہ بھائی پرانند نے آل انڈیا ہندو سماج کی درکنگ کمیٹی کی ممبری سے استعفیٰ دیدیا ہے۔ یہ استعفیٰ سماج کی درکنگ کمیٹی کے اجلاس منعقد ہونے میں نہرو رپورٹ کے متعلق ریزولوشن پاس ہونے کی وجہ سے ہے۔

لاہور - ۱۹ ستمبر - پٹیالہ کانفرنس میں ذیل کے ریزولوشن پاس کئے گئے۔ ۱۔ سردار گوبال سنگھ دستگیر و لہجہ بھائی پٹیل کو مبارکباد۔ ۲۔ مدراس کانگریس کے ریزولوشن متعلقہ مکمل آزادی کی تائید۔ ۳۔ برٹش فوج کو ہٹانے کا مطالبہ۔ ۴۔ کمیشن کا بائیکاٹ اور کانگریس کمیٹیوں سے اس کے لئے پروپیگنڈا کرنے کی سفارش۔ ۵۔ تعدادی کمیٹی بنانے پر تجویز۔ ب کونسلوں کے ممبروں کی خدمت۔

اجبار تنظیم جو ڈاکٹر کچیل کے زیر اہتمام امرت سر سے شائع ہوتا تھا۔ ماہ اگست سے نامعلوم عرصہ کے لئے بند ہو گیا۔ پونا - یکم اکتوبر - خان بہادر بھٹو اور قریب ۱۹ مسلم

غیر مسلموں کی خبریں

بیرت کے مشہور بریدہ البلاغ کو مستند ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ حکومت حجاز نے عزم مصمم کر لیا ہے کہ سرزمین حجاز کے اندر کسی اجنبی فرد یا سلطنت کو کسی قسم کی مراعات و امتیازات نہ دیگی۔ نیز اخبار دارالاجانب کو بھی کسی قسم کے نشے کی چیز حدود حجاز کے اندر لے جانے کی اجازت نہ دی جائیگی۔

لندن - ۲۹ ستمبر - وزارت برطانوی سالانہ رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ سالانہ ۱۳۳۳ میں محکمہ برطانوی میں ۱۳۳۳ حادثات ہوئے۔ جن میں ۵۲ آدمی ہلاک ہوئے۔ سالانہ ۱۴۹ دارالتوں میں ۷۸ آدمی مقتول ہوئے تھے۔

شاہ ایران نے ایک تازہ اعلان شائع کیا ہے جس میں یہ حکم درج ہے کہ تمام ایرانی یورپی لباس ڈوٹ پٹون پہننا کریں۔ اور سر کا لباس بھی وہی اختیار کریں۔ جو حکومت کی طرف سے تجویز ہوا ہے۔

میڈرڈ - ۲۰ ستمبر - ہسپانیہ میں دو ہفتہ کے اندر یہ تیسرا حادثہ رونما ہوا ہے۔ کل ایک ایکسپریس ٹرین جو ہالین میں نئی گھنٹہ کی رفتار سے جا رہی تھی ایک سنسٹ رفتار ٹرین سے ٹکرائی۔ دونوں انجن خراب ہو گئے۔ اور درجہ اول کی دو گاڑیاں ریزہ ریزہ ہو گئیں۔ بارہ اشخاص ہلاک اور ۲۳ مجروح ہوئے ہیں۔

لندن - ۲۴ ستمبر - اطلاع ملی ہے کہ سلطان زوغلی دالہ کو ملکہ کا لقب دیا گیا ہے۔

لندن - ۲۴ ستمبر - آج ارکان سامنٹ کمیشن ڈکٹیو اسٹیشن سے روانہ ہو گئے۔ اور بندر بارسلون سے مالوہ نامی جہاز میں سوار ہوں گے۔ لوگوں نے مسرت کے ساتھ رخصت کیا۔ جہاز کمیشن کے بہت سے اعرہ و احباب موجود تھے۔ کمیشن کا اولین اجلاس بمقام پونا ہوگا۔ ۲۸ اکتوبر کو پونا کے اجلاس ختم ہو جائیں گے۔ کمیشن کا سب سے آخری کام دہلی میں ہوگا۔ اور یہی جگہ ۲ مارچ سے ۱۱ اپریل ۱۹۲۲ تک کمیشن کا صدر مقام رہیگی۔ ۱۳ اپریل ۱۹۲۲ کو کمیشن جانب لندن روانہ ہوگا۔ جہاں کمیشن کی رپورٹ مرتب کی جائیگی۔

دارسا - یکم اکتوبر - پولینڈ کی پولیس نے بہت سے تصنیفات اور مواضع پر تاخت کی۔ جو روسی سرحد کے قریب واقع ہیں۔ اندر ایک جدید جماعت کے آدمیوں کو محض ان کے سرغنے کے گرفتار کر لیا۔ یہ سرغنے کلیسا کے یونان کا ایک یادری ہے۔ یہ جماعت ایک نئے مذہب کی پیروی ہے۔ جس میں ذکر و نظر ہر الوہیت سمجھتی ہے۔ اور انہی کی پرستار ہے۔ ان کے پیروں نے پڑھنے میں ایک عبادت خانہ اور خانقاہ نام کئے اور بہت ہی قبیل عرصہ میں اپنی تصانیف و بلاغت کے ذریعے ۵۰ ہزار روپے کمائے۔ کہتے ہیں کہ ان کے ہاں بعض عجیب خلاق رسومات کی جاتی ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ ان کو پولیس نے گرفتار کیا۔

ارکان کونسل نے مصر میں بیان شائع کیا ہے۔ ہم نے نہرو کمیٹی کی رپورٹ کا بغور مطالعہ کیا ہے۔ اور مکمل طور پر اس کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ رپورٹ مذکورہ تجویز نامہ مفاد کے منافی ہیں۔ کیونکہ اس میں اقلیتوں کے حقوق کا کوئی نکتہ نہیں کیا گیا۔ ہندو ہم سے اپنا اور اپنی قوم کا فرض سمجھتے ہیں۔ کہ رپورٹ مذکورہ کو کلیتہً مسترد کریں۔

پونا - یکم اکتوبر - فساد ناسک کے متعلق معروضی سرکاری بیان شائع ہوا ہے۔ ناسک میں گنتی جلسوں کے نکلنے سے پیشتر وعدہ کیا گیا تھا کہ لشکر مسجد کے سامنے سو گزرتے ہوئے جلسوں کسی قسم کا شور و غل برپا نہیں کریگا۔ لیکن جب جلسوں اس مسجد کے سامنے پہنچا۔ تو خلافت وعدہ بڑے زور و شور سے داد ملا اور ہنگامہ برپا کرنے لگا۔

لاہور - ۳ اکتوبر - کل ریلوے پولیس نے باہر اسی آئی۔ ٹری تین اشخاص کو ریلوے اسٹیشن لاہور گرفتار کیا۔ ملازمان نیم فوجی دردی میں ملے تھے۔ اور سرول پر انگریزی ٹوپی تھی۔ ان کے قبضہ سے دو بیکسوں میں سے دو سچے سیر چرس برآمد ہوئی۔

سورت - ۳ اکتوبر - معلوم ہوا ہے کہ سورت میں جو ہندو مسلم فساد ہوا تھا۔ اس میں دو سو آدمی ہلاک و زخمی ہوئے۔

پشاور - ۲ اکتوبر - ایک سوانغان لڑکوں اور پندرہ لڑکیوں کی ایک جماعت جو حصول تعلیم کے لئے یورپ جا رہی ہے۔ کل شام کابل سے یہاں پہنچی۔ بمبئی کے افغانی قوفصل خانہ کے ایک کارکن مسٹر شوکت اس جماعت کے ایجنار جہاز ہوں گے۔

لاہور - ۲ اکتوبر - انارکلی بازار میں چند مزدور ایک مکان کی تعمیر کے سلسلے میں کام کر رہے تھے۔ ان میں سے تین کے پاؤں ایک جگہ زمین میں دھنس گئے۔ دو تو کو ڈر علیحدہ ہو گئے۔ لیکن ایک شہادت زمین میں غائب ہو گیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہاں ایک پرانا کانواں تھا۔ شام تک نعرش کی جستجو کی گئی لیکن کامیابی نہ ہوئی۔

شملہ - ۳ اکتوبر - معلوم ہوا ہے کہ سر ڈیننبرگ فارن سیکرٹری موجودہ معاملات خارجہ کے متعلق دفتر خارجہ سے مشورہ کرنے کی غرض سے ایک ماہ تک خلیج فارس کے راستے سے انگلستان روانہ ہوں گے۔

پشاور - ۲ اکتوبر - جہان آباد کا اخبار اتحاد مشرقی رتھر از ہے۔ کہ موضع چاہ آب میں ایک ہنگامہ مندرجہ متعین ہوا ہے۔ تعداد اموات روزانہ ۳۰ یا ۳۵ کے قریب ہے۔ نوے فیصد بیمار باشندے بیمار ہیں۔ ایک عجیب بات اس دہلیس یہ ہے کہ زیادہ تر مرد ہی مبتلا ہوتے ہیں۔ عورتیں تجزیہ و تکفین کرتی ہیں۔

ڈیرہ اسماعیل خاں - ۳ اکتوبر - زبردست نواہ گرم ہوا کہ ڈیرہ اسماعیل خاں کی جماعتی جلد ازادی جائیگی۔ کیوں کہ راجست کو بلا جائیگا۔ اور آئندہ یہاں کوئی ملٹری فورس نہیں رکھی جائیگی۔

جنامولی عبدالرحیم صاحب دارالم - امام مسجد لندن کی خدمات و اعتراف میں انگریزوں و مسلمانوں کا الوداعی جلسہ

(جناب پروفیسر قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔ اے کے قلم سے)

احمدیہ مسجد لندن میں آئے دن ایسی تقریبات ہوتی رہتی ہیں۔ جنہیں دیکھ کر انسان جیساں کے کام کی نوعیت اور اس کے نتائج کا اندازہ کر سکتا ہے۔ چنانچہ ایسی ہی ایک تقریب گذشتہ اتوار ۹ ستمبر ۱۹۲۸ء کی شام کو منعقد ہوئی۔ جبکہ مولوی عبدالرحیم صاحب دارالم سے چار سال کی محنت شاقہ اور اعلیٰ کامیابی کے بعد اپنی ہندستان تشریف لے جانے والے تھے۔ ساڑھے تین بجے چالیس پچاس کے قریب نفوس جن میں انگریزوں و مسلم مرد اور عورتیں شامل تھیں۔ احمدیہ دارالتبلیغ میں جمع ہوئے۔ بجائے ایک رسمی ایڈریس کے الوداعی جلسہ کی روئےداد ایسے طور پر عمل میں آئی جس سے اس جماعت کے ہر ایک فرد کی جس کی ترقی کا کام حضرت مولوی صاحب اپنے عرصہ قیام میں یہاں کرتے رہے ہیں۔ دلی محبت کا اظہار ہوتا تھا۔ اور اس بات کا پتہ لگتا تھا۔ کہ کس طرح ایک احمدی مبلغ اپنے اہل علاقہ حسنہ سے ایسی قوم کے لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا لیتا ہے۔ جس سے ہمیں تہنی اور دوسرے لوگوں میں اعلیٰ الشان تفاوت ہے۔

جلسہ کی کارروائی زیر صدارت خاندان صاحب مولوی فرزند علی صاحب جدید امام مسجد لندن شروع ہوئی۔ تلاوت قرآن شریف ایک نو مسلم قانون *Lawyer* (ٹریسٹ) نے کی۔ سب نے محسوس کیا۔ کہ اس قانون کو علم دین سیکھنے کا شوق کتنا زیادہ ہے۔ اور کیسا صاف اور صحیح تلفظ کو شہسب سے سیکھا ہے۔ اور بعض ایسے حصول کو بھی کسی صحت سے ادا کیا ہے۔ جن کا یہاں کے لوگوں کے لئے ادا کرنا عام طور پر مشکل ہوتا ہے۔ اس کے بعد مولوی محمد علی صاحب نے ایک نظم خوش الحانی سے پڑھی۔ یہ نظم حضور غنیقہ آج انسانی کی اس آفت کی لکھی ہوئی ہے۔ جبکہ شاہد مسلمانوں میں حضور صمد خدام ڈوموڑی میں تشریف فرما تھے۔ اور جب یہاں سے کرمی چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم۔ اے نے اول مرتبہ زمین جس پر بعد میں ایسی برکت والی مسجد تعمیر کی گئی۔ اور مکان جو اس کے ساتھ ملحق ہے۔ اور جس میں یہاں کا سٹاف رہائش رکھتا ہے۔ خریدنے کے جانے کی اطلاع مذکورہ شہر حضرت کے حضور بھیجی تھی۔ جب یہ خبر پہنچی۔ تو حضور نے خود بھی ایک پرائز نظم کہی۔ اور دوسرے خدام کو بھی ارشاد فرمایا۔ کہ وہ بھی اس خوشی میں کچھ کہیں۔ چنانچہ کئی ایک اصحاب نے اس موقع پر کچھ کچھ لکھا تھا۔ حضرت کی نظم خود جناب مولوی عبدالرحیم صاحب دارالم

نے پڑھ کر سنائی تھی۔ جب مولوی محمد علی صاحب نے اس طرح شروع کیا۔ کہ سہ نیری محبت میں میرے پیارے ہر ایک مہیت اٹھائیں گے ہم تو مولوی دارالم صاحب قدرتا ایک خاص حظا اٹھا رہے تھے۔ گویا ان کو وہ ابتدائی وقت یاد آ رہا تھا۔ جبکہ انہیں یہاں آنے کی کوئی توقع نہ تھی اور جبکہ جماعت کی کوششیں یہاں مسجد کی تعمیر اور اس کی رونق کے لئے نظام کے بارے میں ابھی ابتدائی منزل میں تھیں۔ اس وقت کا مقابلہ اس وقت کے ساتھ جبکہ خود مولوی صاحب کے اہل لندن کے دارالتبلیغ کی موجودہ شکل کے ابتدائی مراحل طے ہو چکے تھے۔ قدرتا نہایت خوشنما تھا۔ اور عافریں جو اردو سمجھتے تھے۔ نظم کی کشش سے اور وہ جو نہ سمجھتے تھے۔ سمجھنے والوں کو دیکھ کر بہت متاثر ہو رہے تھے۔ اس کے بعد چھوٹی چھوٹی تقریروں کا سلسلہ شروع ہوا۔ حضرت مولوی صاحب کے ذاتی محاسن اور یہاں جو انہیں کامیابی ہوئی ہے۔ اس کا نقشہ تو ان تقریروں میں معافی۔ جو بات خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ وہ جماعت احمدیہ لندن کی جس میں انگریزوں و مسلم اور دوسرے اصحاب شامل ہیں۔ اپنی کیفیت ہے۔ جو ان تقریروں سے ظاہر ہو رہی تھی۔ اور جس میں حضرت سید موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ کارنامہ نظر آ رہا تھا۔ جو حضور کی بعثت کی غرض ہے۔ سب سے پہلے ایک غیر قانونی تحریر *Handwritten* (رجارڈن) نے تقریر کی۔ اور بتایا۔ کہ مولوی صاحب جماعت کی خبر گیری اس طور سے کرتے رہے ہیں جس طرح ایک گلہ بان اپنے گلے کی کرتا ہے۔ تقریر مختصر مگر مخلصانہ انداز میں تھی۔ اس کے بعد ایک اور قانون نے تقریر کی۔ جو ایک آدھ سال ہوا۔ اسی جلسہ میں رہا کرتی تھی۔ اور جسے بعد اس کے کتبہ کے سلسلہ کی تبلیغ کی جا رہی ہے۔ اور اکثر یہاں طلبوں پر کام میں بھی حصہ لیتی ہے۔ اس کے بعد اور عزیز الدین صاحب نے اپنے عزیزوں مولوی صاحب کو الوداع کہا۔ اس کے بعد فاکسار نے ان طلباء کی طرف سے مولوی صاحب کو دعا دی۔ جن کو وہ اکثر نیک مشورہ دیا کرتے تھے۔ اور ویسے بھی ان کا خیال رکھا کرتے تھے۔ پھر سردار اقبال علی شاہ صاحب نے مولوی صاحب کے اس کام کا ذکر کیا۔ جو وہ یہاں کے برس میں اسلام کی خدمت کی خاطر کرتے رہے ہیں۔ پھر ایک انگریز نو مسلم مسٹر مبارک احمد فیونگ نے اٹھ کر کہا

مولوی صاحب نے اس پر وہ احسان کیا۔ جو بہتر سے بہتر احسان ہے اور جو ایک شخص دوسرے پر کر سکتا ہے۔ یعنی اسے اسلام کا راستہ دکھایا۔ ایک غیر احمدی مسلمان مسٹر نجم الحسنین نے جو بنگالی ہیں۔ ایک پرچوش تقریر کی۔ پھر خاندان صاحب مولوی فرزند علی صاحب نے کئی قدر لمبی تقریریں مولوی صاحب کی اعلیٰ قابلیت کا ذکر فرمایا۔ پھر حضرت مولوی صاحب نے ہوزوں جواب دیا۔ اور اس بات کی تعین کی کہ سب لوگ جو کام کریں خدا کے لئے کریں۔ ہر ایک شخص کی تقریر سے اہل خاص ٹپکتا تھا۔ اور زیادہ تر قابل ذکر بات یہ ہے۔ کہ تقریباً ہر ایک نے جلسہ کے مرکز اور اس کے پاک امام سے اظہار عقیدت ایسے رنگ میں کیا۔ کہ گویا خدا کا ہاتھ اس نظام کی وسعت اور رزق میں کام کر رہا ہے۔ جو حضرت سید موعود علیہ السلام کی بعثت سے احمدیت کی شکل میں دنیا میں قائم ہوئی ہے۔ جلسہ کے بعد ظرا عصر کی نماز پڑھائی گئی۔ سبحان اللہ عجیب نظارہ تھا۔ تبلیغ اور سیاست مغربی کے مرکز میں جہاں ہر زبان جو کھلتی ہے۔ اسلام کے خلاف اور ہر قسم جو حرکت کرتا ہے۔ اسلام کی توہین میں۔ ایسی جگہ پر ایشیائی اور یورپین لوگوں کا مجمع جس میں مرد و زن شامل تھے۔ اور کمال اخلاص سے خدا کے عبادت کے لئے رکوع و سجود کرتے تھے۔ بہت سے لوگ اس مجمع کو دیکھ کر متاثر ہوئے خدا تعالیٰ سے دعا ہے۔ کہ جس رفتار سے اس مسجد کی رونق بڑھ رہی اور جو نئے مسلمان اس کی ترقی کے ہو رہے ہیں۔ اس رفتار میں اور ان مسلمانوں میں اور بھی اضافہ کرے۔ اور ہم آگے ہی آگے اپنے آپ کو پائیں۔

لندن میں تبلیغ اسلام

لندن مشن کی جو رپورٹ اخبار افضل میں چھپ چکی ہے اس کے بعد دو اور کس بعیت کر کے مشرت باسلام ہوئے جن کے نام درج ذیل ہیں:-
Mrs. A. H. Humphreys
Mrs. R. H. Binley
مؤرخہ الذکر کی بیوی نے میرے نام خط لکھا ہے جس میں اپنے فوائد کے سامان ہونے پر اور اسلامی طرز عبادت کی سادگی پر خوشنودی کا اظہار کیا ہے۔ اس سے امید کی جاسکتی ہے۔ کہ یہ قانون خود بھی جلد اسلام قبول کرے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔
۲۰ ستمبر کو میں نے مسٹر خیر اللہ (Mr. Khairullah) اور نام صاحب موصوف کا حضرت امیر المؤمنین نے رکھا ہے) کا دلکاح مسجد افضل لندن میں *Mrs. Rosina Troph* سے بعض ایک سو پونڈ مہر پر پڑھایا۔ اس موقع پر صوفی عبدالقدیر صاحب جو ہدی عبدالحمید صاحب *Mrs. J. J. Jackson* مسٹر سیمان اور ڈولمن کی بہن *Mrs. Rosina Troph* حاضر تھیں۔ آیات مسنونہ پڑھنے کے بعد انگریزی میں تقریر کی گئی۔ اور دعا اور مبارکباد پر تقریب کو ختم کیا گیا۔ یہ پہلا دلکاح ہے۔ جو ایک انگریز نو مسلم کا مسجد لندن میں پڑھا گیا۔ احباب اس کے باہر ہونیکے لئے دعا کریں۔ جہاں خیر اللہ صاحب نے حضور سے صلہ مسلمان ہونے میں۔ دینی تعلیم حاصل کرنے کا بہت شوق رکھتے ہیں۔ اور جماعت کے

خاندان فرزند علی صاحب دارالم مسجد لندن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الفضل

نمبر ۲۹ قادیان دارالامان مورخہ ۹ اکتوبر ۱۹۲۸ء جلد ۱۶

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِیْمِ * مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ الْكَرِیْمِ

۱۸۲
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ہوالہ

نہروپورٹ اور مسلمانوں کے مصالح

حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ کے قلم سے

(۲)

مسلمانوں کے مطالبات اور ان کے عوٹ

پیشتر اس کے کہ میں نہروپورٹ کی تجاویز پر بحث کروں میں یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کے مطالبات کیا ہیں۔ اور کیوں ہیں۔ میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ اس وقت مسلمانوں میں سیاسی نقطہ نگاہ سے دو پارٹیاں ہیں۔ ایک پارٹی جو زیادہ تر پنجاب اور یو۔ پی میں مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ اس کے اصولی مطالبات جہاں تک میں سمجھتا ہوں۔ یہ ہیں کہ آئندہ ہندوستان کے نئے جو قانون اساسی تیار ہو۔ اس میں ان امور کو مد نظر رکھا جائے۔

مسلمانوں کے مطالبات یہ ہیں

حکومت کا طریق فیڈرل یا اتحادی ہو۔ یعنی تمام صوبہ جات کا کل طور پر خود مختار سمجھے جائیں۔ برطانیہ جس قدر اور جس وقت اپنا قبضہ کم کرتا جائے۔ اس کے چھوڑے ہوئے اختیارات مختلف صوبہ جات تک کو سنبھالے جائیں۔ ہاں چونکہ ملک کے انتظام کے لئے ایک مرکزی نظام کی بھی ضرورت ہے۔ جو امور مشترک ہوں۔ وہ ہندوستانی مرکزی حکومت کے سپرد صوبہ جات کی طرف سے کئے جائیں۔ گویا یہ نہ سمجھا جائے کہ ہندوستانی مرکزی حکومت صوبہ جات کو اختیار دیتی ہے۔ بلکہ یہ سمجھا جائے کہ صوبہ جات ایک نظم گورنمنٹ کے چلنے کے لئے اپنے بعض اختیارات ایک مرکزی حکومت کو دیتے ہیں۔ اگر اس اصل کو تسلیم کر لیا جائے۔ جو ایک مجرب اصل ہے۔ اور امریکہ کی ریاست ہائے متحدہ۔ سوئٹزر لینڈ۔ سوئڈن۔ فریقہ اور آسٹریلیا میں نہایت کامیاب صورت میں جاری ہے۔ تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔

کہ فارن معاملات افواج کے انتظام ڈاک خانہ کسٹمز وغیرہ کے علاوہ باقی سب معاملات کا قبضہ صوبہ کی کونسلیں اپنی ضرورتوں کو مد نظر رکھ کر کریں گی۔ اگر مرکزی حکومت کو ان کے کاموں میں دخل اندازی کا حق نہ ہوگا۔

مسلمان اس مطالبہ کو اس لئے پیش کرتے ہیں۔ کہ ہر قوم کو اپنے طور پر ترقی کرنے کا موقع ہے۔ اور تاکہ باوجود اس کے کہ مسلمان بعض صوبوں میں کثیر التعداد ہیں ہندوستانی مرکزی گورنمنٹ کی دخل اندازی کا شکار نہ ہوں۔ جس میں ہندو اکثریت ہوگی۔ اب فرض کر دو کہ جنگال پنجاب سندھ میں مسلمانوں کی اکثریت ہو۔ لیکن اگر فیڈرل حکومت کا طریق ہندوستان میں رائج نہ ہوگا۔ تو ہندوستان کی مرکزی حکومت کو ہر وقت اقتدار ہوگا۔ کہ وہ ان صوبوں کی ترقی میں روک بن جائے۔ اور آئے دن ان کے انتظام میں نقص نکال کر ان کے بعض اختیارات کو واپس لے لے۔ یا ان کے پاس کردہ قوانین کو روک کر دے۔ اور اس طرح مسلمانوں کی اکثریت کا کچھ بھی فائدہ نہ رہے۔ یہ ایک خیالی شبہ نہیں ہے۔ بلکہ نہروپورٹ نے اس شبہ کو قوی کر دیا ہے۔ نہروپورٹ نے اس شبہ کی علیحدگی پر بحث کرتے ہوئے لکھتی ہے کہ ہمیں شبہ ہے کہ علیحدگی سندھ کی مخالفت کسی بڑے قومی خیال کی بنا پر نہیں ہے۔ بلکہ مادی اقتصادی خیالات پر مبنی ہے۔ ہندوؤں کو ڈر ہے۔ کہ اگر ایک جداگانہ صوبہ مسلمانوں کو اختیارات حاصل ہوں۔ تو ہندوؤں کی اقتصادی برتری کو نقصان پہنچے گا۔ جس یقین سے کہ یہ خوف بلاوجہ ہے۔ ہندوستان کے تمام باشندوں میں سے سندھ

کا ہندو اقدام و نفوذ کا مادہ سب سے زیادہ رکھتا ہے۔ سیاح سے دنیا کے ہر گوشہ میں نہایت کامیاب تجارت کرتا ہوا اور اپنی کمائی سے اپنے ملک کی دولت بڑھاتا ہوا پاتا ہے۔ کوئی شخص اس اقدام کی طاقت کو سندھ کے ہندوؤں سے چھین نہیں سکتا۔ اور جب تک یہ طاقت ان میں موجود ہے۔ اس وقت تک ان کا مستقبل بالکل محفوظ ہے۔ نیز اس امر کو بھی یاد رکھنا چاہئے۔ کہ صوبہ جات کی حکومتوں کے اختیارات محدود ہونگے۔ اور ایک مرکزی حکومت موجود ہوگی۔ جو تمام اہم محکمہ جات کے متعلق اختیارات رکھتی ہوگی (نہروپورٹ ص ۳۲)

اول تو اس عبارت کو پڑھ کر اور دوسری طرف مسلمانوں کے خوف کے متعلق نہروپورٹ نے جو کچھ لکھا ہے۔ اسی سے انسان معلوم کر لیتا ہے۔ کہ مسلمانوں سے کس قسم کی ہمدردی کی جائے گی۔ کیونکہ جہاں ہندوؤں کے خوف کو اس صحبت اور ادب سے دور کیا ہے۔ مسلمانوں کے خوف کے متعلق اسی رپورٹ میں لکھا ہے۔

ر ایک نوواردان اعداد کو دیکھ کر اور مسلمانوں کی تعداد کا اندازہ لگا کر غالباً یہی خیال کرے گا۔ کہ مسلمان اپنے حقوق کی حفاظت کے خود قابل ہیں۔ اور انہیں کسی خاص حفاظت

اور چھچھوں کے ذریعہ سے دودھ پلانے کی ضرورت نہیں ہے (ص ۲۸) گویا کہ مسلمان کے جذبات اس رپورٹ کے لکھنے والوں کے نزدیک کچھ بھی قیمت نہیں رکھتے۔ جبکہ ہندو کا دل دکھانا ایک بڑا گناہ ہے۔ مگر اس کے علاوہ اوپر کے حوالہ سے یہ بھی صاف طور پر عیاں ہے کہ رپورٹ لکھنے والے سندھ کے ہندوؤں کو تسلی دلاتے ہیں۔ کہ وہ سندھ میں مسلمانوں کی کثرت سے نہ گھبرائیں۔ کیونکہ اوپر ہم جو مرکزی گورنمنٹ والے موجود ہیں۔ جب اور جس وقت مادی اقتصادی برتری کو ہمدہ پہنچنے لگیگا۔ ہم دخل اندازی کر دیں گے۔ گو نفاذ ایک حد تک احتیاط کے استعمال کئے گئے ہیں۔ مگر یہ معنون بین السطور واضح ہے کہ مرکزی گورنمنٹ نے اپنے فائدہ میں طاقتیں اسی لئے رکھی ہیں تاکہ صوبہ جات میں ہندوؤں کے حقوق کی حفاظت کی جاسکے۔ ہم خود نہیں چاہتے۔ کہ کسی کا حق مارا جائے۔ مگر ہمیں یہ مشہور ہے۔ کہ مرکزی گورنمنٹ مسلم اکثریت والے صوبوں کے کاموں میں صرف اسی وقت دخل نہ دے گی۔ جبکہ ہندوؤں کے حقوق تلف ہو رہے ہوں۔ بلکہ بے جا دخل دے کر مسلمان صوبوں کو ترقی کے راستہ سے روک دے گی۔ اور مسلمانوں کی ترقی کی تدابیر کو اختیار نہ کرنے دیگی۔ جس طرح کہ پچھلے زمانہ میں یورپین طاقتیں ترکی میں مسلمانوں کی ترقی کے راستہ میں روک ڈال کر ترقی تھیں۔ لیکن یہی وجہ نہیں۔ ہر عقلمند سمجھ سکتا ہے۔ کہ ہندوستان کی دولت اور اس کی زبائوں اور قوموں اور عادات کا اختلاف چاہتا ہے۔ کہ ہر صوبہ الگ الگ آزادانہ ترقی کرے۔ کسی حکومت کبھی بھی ہندوستان کے لئے مفید نہیں ہو سکتی۔ سوائے اس صورت کے کہ وہ فیڈرل اصول پر ہو۔ اور فیڈرل یعنی اتحادی اصول پر حکومت کوئی غیر مجرب شے نہیں ہے۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ اس اصول پر حکومت کر رہی ہیں۔ اور اس وقت سب دنیا کی حکومتوں سے طاقتور اور مالدار ہیں۔

ہاں یہ قانون ضرور ہونا چاہیے۔ کہ صوبہ جات کو کسی وقت اور کسی صورت میں بھی مرکزی حکومت سے علیحدہ ہونے کا اختیار نہ ہوگا۔ یہ ذمہ داری ہر ایک صوبہ اپنے اوپر لے لیگا۔ تو ہندوستان کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کا کوئی احتمال نہ رہے گا۔ جیسا کہ ایک قوتی سیاست دان نے متحدہ کو خطرہ ہوا تھا۔

دوسرا مطالبہ اس پارٹی کا یہ ہے۔ کہ مختلف اقوام کی نیابت کے متعلق اس اصل کو تسلیم کر لیا جائے۔ کہ جن صوبوں میں کہ کسی قوم کی اقلیت کمزور ہے۔ ان میں اس کے ہر قسم کے خیالات کے لوگوں اور ہر قسم کے فوائد کی نیابت کا راستہ کھولنے کے لئے جس قدر میریوں کا اسے حق ہو۔ اس سے زیادہ میریاں اسے دیدی جائیں۔ لیکن جن صوبوں میں کہ اقلیت دالی قوم یا قوم مضبوط ہوں۔ وہاں انہیں ان کی اصلی تعداد کے مطابق حق نیابت دیا جائے۔ کیونکہ ان صوبوں میں اگر اقلیت کو زیادہ حقوق دئے گئے تو اکثریت اقلیت میں تبدیل ہو جائے گی۔ اس اصل کے ماتحت پنجاب اور بنگال میں ہر ایک قوم کو اس کی تعداد کے مطابق حق ممبری دیا جائے گا۔ کیونکہ ان دونوں صوبوں میں گو مسلمان زیادہ ہیں۔ مگر صرف پچیس فیصد ہیں۔ اور اگر ان کے حق میں سے کچھ کم کر کے ہندوؤں یا سکھوں کو دیا جائے۔ تو مسلمانوں کی اکثریت اقلیت سے بدل جاتی ہے۔ اور حکومت میں غلبہ ان صوبوں میں بھی ہندوؤں کا ہی ہوجاتا ہے۔ اس کے برخلاف۔ یو۔ پی۔ بہار۔ بی۔ مدراس اور سی۔ پی میں ہندوؤں کی اکثریت بہت زیادہ ہے۔ اور مسلمان بہت کم ہیں۔ پس مسلمانوں کو اوپر کے قاعدہ کے مطابق اپنے حق سے زیادہ ممبریاں ملنی چاہئیں۔ تاکہ ان کی مختلف جماعتوں کو نیابت کا موقع مل جائے اور اس طرح مسلمانوں کو زیادہ حق دینے سے ہندوؤں کا کوئی نقصان بھی نہیں۔ کیونکہ وہ پھر بھی مسلمانوں سے بہت زیادہ رہیں گے۔ اسی طرح صوبہ سرحدی۔ صوبہ سندھ اور صوبہ بلوچستان میں مسلمان بہت زیادہ ہیں۔ پس ان تین صوبوں میں ہندوؤں کو ان کے حق سے زیادہ ممبریاں ملنی چاہئیں۔ تاکہ ان کے ہر قسم کے فوائد کی کونسلوں میں نیابت ہو جائے۔

اسی کے ساتھ یہ مطالبہ بھی ہے۔ کہ چونکہ کل ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد صرف پچیس فیصد ہی ہے۔ اس لئے انہیں کئی حکومت میں کم سے کم تینتیس فیصدی نیابت کا حق دیا جائے۔ یعنی جب تک مسلمان تینتیس فیصدی سے کم ہیں۔ انہیں تینتیس فیصدی نیابت کا حق ہو جب وہ مقدار میں اس نسبت سے بڑھ جائیں تو پھر جس قدر حق ان کا بنتا ہو۔ وہ انہیں دیا جائے۔

تیسرا مطالبہ یہ ہے۔ کہ جب تک ہندوؤں اور مسلمانوں میں اعتبار قائم نہ ہو جائے۔ اس وقت تک سب صوبوں میں اور کم سے کم پنجاب اور بنگال میں کہ جن میں مسلمانوں کی تعداد ہندوؤں سے تھوڑی ہی زیادہ ہے۔ جداگانہ انتخاب کا طریق جاری رہے۔ تاکہ مسلمانوں کے نمائندے واقعہ میں مسلمانوں کے نمائندے ہوں۔ اور ہندوؤں کے نمائندے ہوں۔ تاکہ مسلمانوں کے فوائد سے کوئی تاجی کوڑھ نہ رہیں۔

چوتھا مطالبہ یہ ہے۔ کہ صوبہ سرحدی اور بلوچستان کو دوسرے صوبوں کی طرح نیابتی حکومت دی جائے۔ اور سندھ کو الگ صوبہ

بنائے گا۔ یہ بھی نیابتی حکومت دی جائے۔

پانچواں مطالبہ یہ ہے۔ کہ کسی صوبہ میں بھی اکثریت و اقلیت کی زبان یا اس کے طرزِ تحریر میں دخل دینے کا حق نہ ہو۔ بلکہ اقلیت اگر اپنی زبان کو زندہ رکھنا چاہے۔ تو اس زبان کی تعلیم کونسلوں میں انتظام کرنا حکومت کے لئے ضروری قرار دیا جائے۔

چھٹا مطالبہ یہ ہے۔ کہ حکومت مذہب یا مذہب کی تبلیغ میں دخل دینے کا کوئی حق نہ ہو۔ نہ تبدیل مذہب کے لئے و کوئی پابندی مقرر کر سکے۔ اور نہ حکومت کو کوئی ایسا قانون پاس کرنے کا اختیار ہو۔ جو کسی قوم کی مذہبی یا اقتصادی حالت کو نقصان پہنچانے والا ہو۔ جیسے مثلاً گائے کی ذبح کے متعلق یا ایسی قسم کے اور امور کے متعلق۔ اس قسم کے قوانین اسی وقت پاس کئے جائیں جبکہ خود اس قوم کے ممبران کی تائید میں ہوں۔ جن پر اس قانون کا خاص طور پر اثر ہوتا ہو۔

میری طرف سے ساتواں مطالبہ یہ بھی پیش ہمارا ہے۔ کہ ان حقوق کو قانون اساسی میں داخل کیا جائے۔ اور انہیں اساسی اس وقت تک نہ بدلا جاسکے۔ جب تک کہ منتخب شدہ ممبروں میں سے پچیس فیصد کے بدلنے کی رائے نہ دیں۔ اور یہی کافی نہ ہو بلکہ اس کے بدلنے کے لئے یہ شرط بھی ہو۔ کہ تین دفعہ کی متواتر منتخب شدہ مجالس آئینی پے درپے پے رائے سے اس کے بدلنے کا فیصلہ کریں۔ اور قانون اساسی کا جو حصہ کسی خاص قوم کے حقوق کے متعلق ہو۔ اس کے متعلق یہ شرط ہو۔ کہ جب تک اس قوم کے پچیس فیصد کے حقوق کی حفاظت اس قانون میں تھی۔ اس کے بدلنے کے حق میں نہ ہوں۔ اور تین متواتر طور پر منتخب شدہ کونسلوں میں وہ اس تبدیلی کے حق میں دوٹو نہ دیں۔ اس سے پاس نہ ہوا جائے۔ اور پھر اسی صوبہ میں اس تبدیلی کا نفاذ ہو۔ جس صوبہ کی کونسل کے اس قوم کے پچیس فیصد منتخب شدہ ممبران کے نفاذ کے حق میں رائے دے دیں۔ اگر یہ شرط نہ لگائی گئی۔ تو ہندوؤں کو ہر وقت اختیار ہوگا۔ کہ اپنی اکثریت کے زور سے قانون کو بدل دیں۔ اور ان حفاظتی تدابیر کو منسوخ کر دیں۔ جنہیں قانون اساسی کے بنائے ہوئے مسلمانوں کی خاطر منظور کر لیا جائے۔

کلکتہ لیگ کے مطالبات

کلکتہ لیگ جس کی نمائندگی کانگریسیوں کو دئے گئے ہے۔ اس کا فیصلہ یہ تھا کہ اس کے نمائندے کانگریس کے ساتھ قانون اساسی بنانے میں شریک ہوں۔ مگر ان امور کا خیال رکھیں۔ کہ

۱۔ سندھ ایک مستقل اور خود مختار صوبہ بنایا جائے۔

۲۔ صوبہ سرحدی اور بلوچستان میں بھی اصلاحات جاری کی جائیں۔ اور باقی صوبوں کے برابر اختیارات ان کو بھی دئے جائیں۔

۳۔ موجودہ حالات میں مختلف صوبہ جات میں جداگانہ انتخابات کی نمائندگی کے لئے ضرور کام ہے۔ اور مسلمان اس حق کو ہرگز نہیں چھوڑیں گے۔ جب تک کہ سندھ کو ایک مستقل اور خود مختار صوبہ نہ بنا دیا جائے۔ اور صوبہ سرحدی اور بلوچستان میں

اصلاحات نہ جاری کر دی جائیں۔

جب یہ شرطیں مکمل طور پر پوری ہو جائیں۔ تب مسلمان جداگانہ انتخاب کو مسترد کرنا انتخاب کے حق میں چھوڑنے کے لئے تیار ہونگے۔ مگر اس شرط سے کہ آبادی کے تناسب سے ہر قوم کی نیابت محفوظ ہو۔ سوائے ان صورتوں کے جو ذیل میں درج ہے۔

الف۔ صوبہ سرحدی۔ بلوچستان اور سندھ میں مسلمان ہندوؤں کو ان کے جائز حقوق سے زیادہ اسی قدر حق دینگے۔ جس قدر زائد حقوق کہ سندھ دوسرے صوبوں میں جن میں ان کی اکثریت ہوگی۔ مسلمانوں کو دیں گے۔

ب۔ مرکزی حکومت میں موجودہ نیابت سے کم مسلمانوں کو نہ ملے گی۔

اس کے علاوہ لیگ نے مدراس کانگریس کے فیصلہ کو بحریہ شیعہ مذہبی قانون سازی اور گائے اور باج کے سوال کے متعلق تھا۔ قبول کرتے ہوئے فیصلہ کیا۔ کہ اسے بھی اوپر کے درجہ کیونکہ کے ساتھ شامل کیا جائے۔

بعض امور جو دوسری پارٹی کے مطالبات میں ہیں۔ وہ اس میں چھوڑ دئے گئے ہیں۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں۔ کہ کلکتہ لیگ ان کے مخالف ہے۔ مثلاً حکومت اتحادی کا مطالبہ ان مطالبات میں شامل نہیں۔ لیکن جب ہم ان تقریروں کو دیکھتے ہیں۔ جو اس موقع پر کی گئی تھیں۔ تو ہمیں صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ آئندہ لیگ کے ممبروں کے دماغ میں یہ بات موجود تھی۔ کہ صوبہ جات کو کامل آزادی حکومت حاصل ہوگی۔ مثلاً مولانا ابوالکلام آزاد نے جو تقریر اس وقت کی تھی۔ اس کا مندرجہ ذیل فقرہ اپنے مضمون پر خود شاہد ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

”اب نو ہندو صوبوں کے مقابل پر پانچ مسلمان صوبے ہونگے۔ اور جو سلوک بھی ہندوؤں ان صوبوں میں مسلمانوں سے کریں گے۔ مسلمان وہی سلوک اپنے پانچ صوبوں میں ہندوؤں سے کریں گے۔ کیا یہ ایک بڑی کامیابی نہیں ہے؟ کیا مسلمانوں کے حقوق کو محفوظ رکھنے کے لئے ایک نیا ہتھیار نہیں مل گیا؟“

(رسول امینہ ٹیٹری گزٹ ۲ جنوری ۱۹۲۸ء ص ۱۱)

یہ فقرہ بتاتا ہے۔ کہ مولوی ابوالکلام صاحب آزاد کے ذہن میں اس وقت یہی تھا۔ کہ صوبہ جات کا حل طور پر خود مختار ہونگے۔ ورنہ اگر سب اہم اختیارات مرکزی حکومت کے ہاتھ میں ہوتے تھے۔ اور صوبہ جات کے کاموں میں اسے دخل دینے کا اختیار حاصل ہوتا تھا۔ تو پھر مسلمانوں کو کونسا نیا ہتھیار ملتا ہے۔ مرکزی حکومت جس میں ہندو اکثریت لازمی ہے۔ ہر وقت مسلم صوبہ جات کے کام میں دخل دے سکتی ہے۔ جیسا کہ نروڈ پورٹ والوں نے دبے الفاظ میں سندھ کے ہندوؤں سے وعدہ بھی کیا ہے۔ یا اسی طرح مثلاً زبان کا سوال ہے۔ کلکتہ لیگ نے زبان کے سوال کو نہیں اٹھایا۔ لیکن اس کی وجہ یہ نہیں۔ کہ وہ اس سوال کو اہمیت نہیں دیتی تھی۔ بلکہ محض اس وجہ سے کہ اس سوال کو کانگریس پہلے حل کر چکی تھی۔ اور ملک کی زبان ہندوستانی یا اردو تسلیم کر چکی تھی۔ جس کی تحریر فارسی یا انگری

رسم انظر دونوں میں جائز ہوگی۔ پس حکمت یک نے یہ سمجھا کہ جو فیصلہ لاگ کر لیا چلے کر چکی ہے۔ اسے نہ روک سکی نظر انداز نہیں کرے گی۔
غرض گو بعض باتیں حکمت سشن کے ریزولوشن میں نہیں ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ حکمت سشن ان کے مخالفت تھا۔ حکمت سشن جس امر میں لاہور سشن سے مخالفت ہے۔ وہ صرف یہ بات ہے کہ لاہور حکمت ہے۔ ان صوبوں کا الگ کرنا ہمارا حق ہے۔ پس ہم اس حق کا مطالبہ بھی کریں گے۔ اور عید گانا انتخاب کو بھی اس وقت تک نہیں چھوڑینگے جب تک کہ ہمیں ہندوؤں پر اعتماد پیدا نہ ہو جائے۔ اور ہم یہ نہ دیکھ لیں کہ وہ اپنے رویہ اور اپنے رسوم کو ہمارے تباہ کرنے پر فرح نہیں کرتے۔ اس اختلاف کے سوا کوئی اصولی اختلاف حکمت اور لاہور میں نہیں ہے اور حکمت سشن کے اپنی مساباتی اور اس کی روح رواں مسٹر جناح جنہوں نے شملہ کی آل سلہ کا فرض میں مسلمانوں کی رائے کا اچھی طرح موازنہ کر لیا تھا۔ وہ اس امر کو جانتے تھے کہ مسلمانوں کی اکثریت ان کے ساتھ نہیں۔ بلکہ لاہور کے ساتھ ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی تقریر کے دوران میں فرمایا تھا۔

ہمیں حکمت ایک کے انیوں کی اس کرہ میں اکثریت حاصل ہے۔ لیکن کیا میں ملک میں بھی اکثریت حاصل ہوگی؟ اس پر لوگوں نے کہا۔ ہاں! مسٹر جناح نے کہا کہ میرے لئے اس سے زیادہ کوئی امر خوشگن نہ ہوگا مگر انصاف یہ چاہتا ہے کہ میں اقرار کروں کہ مجھے اس امر پر اطمینان حاصل نہیں ہے کہ ملک کے مسلمانوں کی اکثریت ہماری تائید میں ہے۔
(رسول اینڈ لٹری گزٹ ۲۰ جنوری صفحہ ۵ - کام ۳)

نہرو رپورٹ کا فیصلہ

میں مسلمانوں کے مطالبات کو ادر بیان کر چکا ہوں۔ اور یہ بھی ثابت کر چکا ہوں کہ مسلمانوں کی دونوں پارٹیوں میں آئندہ سوارا کے متعلق کس قدر اختلاف ہے۔ اور یہ بھی کہ مسلمانوں کی دونوں پارٹیوں میں سے ہندوؤں کے نقطہ نگاہ کا زیادہ پاس کرنے والی حکمت ایک ہے۔ اگر وہ بھی صاف نغظوں میں یہ فیصلہ کر چکی ہے۔ کہ سوارا لاج فی یکم میں مسلمان اسی وقت شریک ہو سکتے ہیں۔ جبکہ اوپر کے بیان کردہ امور کا کلی طور پر فیصلہ مسلمانوں کے حق میں ہو جائے۔ گویا اوپر کے مطالبات ہندو مسلم صلح کی گفتگو کے لئے بطور بنیاد نہیں ہیں۔ بلکہ ان کا پیچھے منظور ہو جانا ہندو مسلم کی صلح کے لئے بطور شرط ہے۔ اور اس امر میں لاہور لیگ ان سے متفق ہے۔ ان کے مخالفت نہیں۔ کیونکہ لاہور لیگ تو ان سے بھی زیادہ مطالبہ کرتی ہے۔ پس اس چھوٹے مطالبہ میں کسی کمی کو وہ کب جائز قرار سے سکتی ہے؟

اس قدر اظہار کے بعد اب میں یہ بتانا ہوں کہ نہرو کمیٹی مذکورہ بالا امور کے متعلق کیا فیصلہ کرتی ہے؟

۱۔ پہلا سوال اتحادی یا فیڈرل طریق حکومت ہے۔ میں بتانا چکا ہوں کہ یہ سوال سب سوالات سے اہم ہے۔ اور اس کے بغیر کوئی مخالفت کا ذریعہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اکثر مسلمان اس امر کی تائید میں رائے سے یکے ہیں۔ اور مسٹر جناح کی لیگ بھی جیسا کہ

سونا ان اہل نام صاحب آزاد کے مذکورہ بالا فقرہ سے ظاہر ہے۔ اسی کی تائید میں بھی۔ لیکن نہرو رپورٹ نے بجائے اتحادی یا فیڈرل طریق حکومت کے ایک ختم کی یونی ٹیرین یا مرکزی حکومت کی تجویز پیش کی ہے جو ملک کی اصل ماکم سمجھی جائے گی۔ اور صوبہ جات کے اختیار اس مرکزی حکومت سے حاصل کر دہ ہونگے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ نہرو کمیٹی کے ہوشیار نمبر اس امر کے متعلق صفائی کے ساتھ نہیں لکھ سکتے تھے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ خور مسلمان بیدار ہو جائیں گے۔ اور شور کا دبانام مشکل ہو جائیگا اور چونکہ وہ ایسے اہم سوال کو بغیر اس الزام کا مور دینے کے نظر انداز بھی نہیں کر سکتے تھے کہ وہ یا تو سیاسیات سے نااہل ہیں۔ یا انہوں نے رپورٹ کے تیار کرنے میں محنت سے کام نہیں لیا۔ اس لئے انہوں نے نہایت ہوشیاری سے اپنی رپورٹ کے ساتویں باب کے شروع میں اصل تجاویز میں یہ فقرہ لکھ دیا ہے کہ

ہم نے قانون اساسی کو مکمل صورت میں تیار کرنے کی کوشش نہیں کی۔

لیکن باوجود اس کے کون عقلمند آدمی کہہ سکتا ہے کہ قانون اساسی کے تیار کرنے والے بغیر موہد الزام بننے کے اس امر کو نظر انداز کر سکتے ہیں۔ کہ آئندہ حکومت چھٹی شکل کیا ہوگی؟ مگر نہرو کمیٹی نے ایسا کیا ہے لیکن ایسا اہم سوال چونکہ قانون اساسی سے کسی صورت سے بھی جدا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے جس امر کو تواریف کے حذف کر دینے سے چھپایا گیا ہے۔ اسے تفصیل سے ظاہر کر دیا ہے۔ اور رپورٹ کے متعدد مقامات ظاہر کر رہے ہیں۔ کہ رپورٹ نے ایک مضبوط سنٹرل اور ایک رنگ کی یونی ٹیرین گورنمنٹ تجویز کی ہے۔ چنانچہ رپورٹ کے اب تجاویز کے عنوان پارلیمنٹ کے نیچے چونتیسویں مادہ میں لکھا ہے۔

صوبہ جات کی کونسلوں کے اختیارات تمام ان امور پر ہی ہوں گے۔ جن میں ضرورت دوم میں گنا یا گیا ہے۔
اسی طرح رپورٹ کے عنوان پارلیمنٹ کے نیچے تیرھویں مادہ کی پہلی شے میں لایا درج ہے۔ کہ یہ پارلیمنٹ قانون بنائے گی۔
در اس نظام اور کاسن دلچہ کی حکومت کے اچھی طرح چلنے کے لئے ان تمام امور کے متعلق جو اس قانون کے مطابق صوبوں کی کونسلوں کے سپرد نہیں کئے گئے۔ (صفحہ ۱۱)

اس فقرہ سے ظاہر ہے کہ آئندہ حکومت ہند میں صوبوں سے مرکزی حکومت کو اختیارات نہیں دئے گئے۔ بلکہ مرکزی حکومت کی طرف سے صوبوں کو اختیارات دئے گئے ہیں۔ اسی طرح صوبہ جات کی مجالس وضع قوانین کے عنوان کے نیچے مادہ تیس کے ماتحت لکھا ہے۔

صوبہ کی آمد میں سے بادشاہ کو گورنر صوبہ کی تخواہ کے طور پر..... سالانہ رقم ادا کی جائے گی جو کہ جب تک کامن دلچہ کی پارلیمنٹ کوئی دوسرا فیصلہ نہ کرے۔ اس قاعدہ کے مطابق ہوگی۔ جو ساتھ درج ہے۔ (صفحہ ۱۱)

اس قاعدہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ صوبہ جات کی مجالس کو مرکزی مجلس کے ماتحت رکھا گیا ہے۔ اور واضح عائدہ سول سروس کے عنوان

کے نیچے تھا ہے۔ اس عنوان کے نیچے کیا سیویں مادہ کے ماتحت لکھا ہے۔
پارلیمنٹ قانون بنانے کا اختیار اپنی مقرر کردہ حدود کے اندر اور معین کردہ امور کے متعلق گورنر جنرل ان کونسل یا صوبہ جات کی گورنمنٹوں کو بھی دے سکتی ہے۔ (صفحہ ۱۲)
ان حوالہ جات سے صاف ظاہر ہے کہ نہرو کمیٹی نے جو قانون اساسی حکومت ہند کے لئے تجویز کیا ہے۔ وہ مسلمانوں کے مجموعی مطالبہ کے بالکل مخالفت ہے۔ مسلمانوں کا مطالبہ فیڈرل یا اتحادی گورنمنٹ کا تھا۔ جس میں کہ سب صوبے آزادانہ حکومت رکھتے ہوں۔ اور وہ اپنی مرضی سے بعض ایسے اختیارات جو بغیر مرکزی حکومت کی موجودگی کے نہیں رہتے جاسکتے۔ ایک مرکزی حکومت کو تفویض کر دیں۔ اور مرکزی حکومت کو یہ اختیار حاصل نہ ہو۔ کہ وہ صوبہ جات کے اندرونی انتظام میں کسی قسم کا بھی دخل دے سکے۔

یہ ظاہر ہے کہ بغیر اس قسم کی گورنمنٹ کے مسلمانوں کو ہندوستان میں امن نہیں حاصل ہو سکتا۔ اگر مسلمانوں کا مطالبہ سندھ۔ صوبہ سرحد اور بلوچستان کو اختیار حاصل کرنے کا ہے۔ تو محض اس لئے کہ ہندوؤں کو اس وجہ سے ان صوبوں میں مسلمانوں پر ظلم کرنے کا خیال پیدا نہیں ہو سکیگا۔ جہاں مسلمان کم ہیں۔ کیونکہ مسلمان آزاد صوبوں میں بھی ہندو

آبادی بس رہی ہوگی۔ لیکن اگر اصل اختیارات مرکزی حکومت کے ماتحت ہیں۔ تو پھر اس احتیاط سے کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ جب مرکزی حکومت ہر وقت دخل دے سکتی ہے۔ تو جس وقت وہ چاہے گی مسلمانوں کے صوبوں کے معاملات میں دخل دے دے گی۔ اگر امو کہ ایسا کیوں کر سے گی تو میں کہتا ہوں کہ اصل سوال تو ہے ہی یہی کہ دو قوموں کو ایک دوسرے پر بے اعتباری ہے۔ اگر بے اعتباری نہیں تو یہ سب شرطیں اور پابندیاں لگائی ہی کیوں جاتی ہیں۔ صاف کہہ دو کہ ہمیں پتہ ہندو بھائیوں پر اعتبار ہے۔ وہ جس طرح چاہیں حکومت کریں ہمیں ان سے ہر ایک طرح نیک امید ہے۔ اس نتیجے پر پہنچ جاؤ۔ تو آج ہی سب جھگڑے کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔ اسی وقت ہندو اتحاد آپ لوگوں کو گنے لگائیں گے۔

۳۔ دوسرا مطالبہ یہ تھا کہ جس جس صوبہ میں اقلیت نہایت کم ہو۔ وہاں اسے اپنے اصل حق سے ذرا محروم دیا جائے۔ اور جس جگہ اقلیت کا فیصلہ یہ ہے۔ کہ ذرا حق کسی جگہ بھی نہ دیا جائے۔ نہ اس جگہ جہاں اقلیت کم ہو۔ اور نہ وہاں جہاں طاقتور ہو۔ چنانچہ رپورٹ میں لکھا ہے

تعداد آبادی کی نسبت سے ذرا ذرا تائید کی جو کھٹو کے ساتھ اور رائٹنگ جیمس فوڈ سکیم کے مطابق مسلمانوں کو بعض صوبوں میں دی گئی تھی۔ وہ ہمدی سکیم کے مطابق وہاں سے لی جائے گی۔ (صفحہ ۱۵)
گویا اس مطالبہ کو بھی جو حکمت اور لاہور لیگ کا مشترکہ تھا۔ رد کر دیا گیا ہے۔ جس کے دوسرے نغظوں میں یہ معنی ہیں کہ مسلمانوں نے چونکہ پنجاب اور جنگال میں بوجہ تعداد میں زیادہ ہونے کے ہندوؤں کی حکومت سے الگ کیا تھا اس کے بدلہ میں دوسرے صوبہ کے مسلمانوں کو تائید کی ایک تیل زیادتی سے محروم کر دیا جائے۔ جس سے وہ حاکم نہیں بنتے تھے۔ صرف اتنا تھا کہ مختلف جماعتوں اور سیاسی اجتماعوں کی نیابت آسانی سے صوبوں کی حکومت میں ہو سکتی تھی۔

۸۳

اسی مطالبہ کے ضمن میں مسلمانوں کا یہ مطالبہ بھی تھا کہ مرکزی حکومت میں بجائے پچیس فیصدی کے مسلمانوں کو ۳۳ فیصدی نمائندگی کا حق دیا جائے۔ تاکہ مختلف صوبوں سے ان کی نیابت اچھی طرح ہو سکے۔ اس مطالبہ میں کلکتہ اور لاہور لیگ برابر کی شریک ہیں۔ نہرو کمیٹی نے اس مطالبہ کو بھی رد کر دیا ہے۔ وہ لکھتی ہے:-

مسلمان بڑا قوی ہندوستان میں ایک چوتھائی سے کچھ کم ہیں۔ اور ان کے لئے مرکزی پارلیمنٹ میں اس نسبت آبادی سے زیادہ نمبروں پر گزرنے کا محفوظ نہیں کیا جاسکتا۔ اس وقت جمیٹیوں سمیٹی میں مسلمانوں کی تعداد گوریٹنٹس فیصدی نہیں ہے۔ مگر چوتھائی سے زیادہ ہے۔ چنانچہ نہرو رپورٹ میں اس کو تسلیم کیا گیا ہے۔ اس وقت مسلمانوں کی تعداد جمیٹیوں سمیٹی میں تیس فیصدی ہے۔ نہرو رپورٹ آئندہ نظام حکومت میں مسلمانوں کو اس قدر بھی حق نہیں دینا چاہتی۔ گویا مسلم لیگ تو اس نیا پر مسلمانوں کی مختلف جماعتوں کی نمائندگی جو چوتھائی نمبروں سے نہیں ہو سکتی۔ اور کسی قدر زیادہ نمبروں کے دینے سے ہندوؤں کو کوئی نقصان نہیں موجود نمبروں سے زیادہ کا مطالبہ کرتی ہے۔ اور کم سے کم اس کا مطالبہ یہ ہے۔ کہ موجودہ تعداد ہی رہنے دی جائے۔ لیکن نہرو کمیٹی موجودہ حق کو بھی چھین کر مسلمانوں کی نیابت کو ایک چوتھائی پر لے آئی ہے۔ اور مسلم لیگ کے دعوے پر وہی مثل صادق آتی ہے۔ کہ پورے جی چھپے ہوئے گئے تھے دو بے ہو کر آئے۔

تیسرے مطالبہ میں مسلمانوں میں اختلاف تھا۔ لاہور لیگ جب تک ہندو مسلمانوں میں اعتبار قائم نہ ہو جائے۔ اور مسلمان اپنی حق سے جدا گانہ انتخاب کو چھوڑنے پر راضی نہ ہوں۔ جدا گانہ انتخاب کو چھوڑنے کے لئے تیار نہ تھی۔ کلکتہ لیگ کے نزدیک اگر سندھ کو الگ صوبہ بنا دیا جائے۔ اور صوبہ سرحدی اور بلوچستان کو وہی اختیارات دیئے جائیں۔ جو باقی صوبوں کو تو ان تبدیلیوں کے مکمل ہو جانے کے بعد کوئی ہرج نہ تھا۔ اگر مسلمان اپنے جدا گانہ انتخاب کے حق کو چھوڑ دیں۔ ان دونوں مطالبات میں سے کسی مطالبہ کو بھی لے لیا جائے۔ نہرو رپورٹ نے اسے پورا نہیں کیا۔ نہرو کمیٹی تسلیم کرتی ہے۔ کہ مسلم لیگ کو نسل کا یہ فیصلہ تھا۔ کہ یہ کم سے کم مطالبہ ہے جسے کم کرنے کے لئے مسلمان تیار نہیں ہونگے۔ اور کلکتہ لیگ کے ریزولوشن تسلیم ہے۔ کہ اس کا بھی یہی منشا تھا۔ کیونکہ جیسا کہ میں اوپر درج کر آیا ہوں۔ کلکتہ لیگ کے ریزولوشن میں یہ الفاظ صاف طور پر درج ہیں کہ مسلمان اس حق کو ہرگز نہیں چھوڑیں گے۔ جب تک کہ سندھ کو ایک مستقل اور خود مختار صوبہ نہ بنا دیا جائے۔ اور صوبہ سرحدی اور بلوچستان میں اصلاحات جاری کر دی جائیں۔

لیکن نہرو کمیٹی ان میں سے صرف ایک کو تسلیم کرتی ہے۔ یعنی صوبہ سرحدی کو نیابتی حقوق دینے کی تائید کرتی ہے۔ سندھ کے متعلق وہ شرطیں لگاتی ہے۔ کہ نلال نلال شرط کے تحت اسے آزاد کیا جاسکتا اور بلوچستان کا ذکر وہ بالکل مشتبہ الفاظ میں کرتی ہے۔ اس کے علاوہ یہ الفاظ درج ہیں:-

رجن صوبوں کی غیر مسلم اقلیتوں کے بارے میں بحث کی ضرورت ہے۔ وہ صوبہ سرحدی اور بلوچستان ہیں۔

اس فقرہ سے تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ امر اس کے مرتبین کے ذہن میں تھا کہ بلوچستان میں ہندوؤں کے حقوق کا سوال ہی نہ ہوگا۔ کلکتہ ریفارمز اس اسی کے عنوان ثانی فریڈرمانہ نمائندگی کے نیچے ساتویں ماہ میں لکھا ہے:-

رہ صوبہ سرحدی میں اور تمام نئے بنائے ہوئے صوبوں میں جو پورے صوبوں سے کا لگ کر بنائے جائیں گے۔ وہی طریق حکومت ہوگا جو دوسرے ہندوستان کے صوبوں میں رائج ہوگا!

اس حوالہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ قانون اساسی میں بلوچستان کے ذکر کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ ممکن ہے۔ کہ یہ غلطی سے ہو مگر بہر حال سائلہ مشتبہ ہے۔ اور ہمیں اس وقت تک یہی کہنا چاہیے۔ کہ نہرو کمیٹی نے ان شرطوں کو پورا نہیں کیا۔ جن پر کلکتہ لیگ جدا گانہ انتخاب کے حق کو چھوڑنے کے لئے تیار تھی۔ اور جن کے باوجود لاہور مسلم لیگ جدا گانہ انتخاب کو کچھ عرصہ کے لئے چھوڑنے کے لئے تیار نہ تھی۔

لیکن معاملہ یہیں ختم نہیں ہو جاتا۔ کلکتہ لیگ کے ریزولوشن کے الفاظ صاف بتا رہے ہیں۔ کہ لیگ صرف یہ نہیں کہتی۔ کہ ہندو صوبہ جان ان شرطوں کو پورا کرنے پر راضی ہو جائیں۔ تو جدا گانہ انتخاب کو اڑا دیا جائے۔ بلکہ وہ دو اختیار میں اور کھینچتی ہے۔ وہ یہ بھی شرط لگاتی ہے۔ کہ ان کے علاوہ ایسی شرطیں جو ہوں۔ اور دوسری شرط یہ لگائی ہے۔ کہ اس علاوہ آدھے مسلمان اپنی نسلی بھی کر لیں۔ کہ ان کے منشا کے مطابق کام لیا جائے۔ کیونکہ وہ کہتی ہے

جب یہ شرطیں مکمل طور پر پوری ہو جائیں۔ تب مسلمان جدا گانہ انتخاب کو ختم کرنا انتخاب کے حق میں چھوڑنے کے لئے تیار ہو جائیں گے

لیکن نہرو کمیٹی غیر ان کے چوراہوں کے صرف اپنا شور و دیکر جدا گانہ انتخاب کو اڑا دیتی ہے۔ حالانکہ مسلم لیگ کی شرط کے مطابق اسے چاہئے تھا کہ صاف طور پر کہتی۔ کہ مشرکہ انتخاب اسی وقت سے کورنا ہوگا جبکہ پہلی تین باتیں پوری ہو جائیں۔ اسی طرح مسلم لیگ کے الفاظ یہ ہیں۔ کہ تب مسلمان جدا گانہ انتخاب چھوڑنے کے لئے تیار ہونگے۔ انگریزی ریزولوشن کے الفاظ یہ ہیں۔

will be prepared to abandon

ان الفاظ میں اختیار ابھی مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہی رکھا گیا ہے۔ گویا مطلب نہیں۔ کہ اگر مسلمان چاہیں۔ تو پھر بھی نہ چھوڑیں۔ لیکن یہ مطلب ضرور ہے۔ کہ مسلمان پہلے اپنی نسلی کر لیں۔ کہ ان کی شرط پوری ہوگئی ہیں۔ تب وہ اپنا آخری فیصلہ دینگے۔ کہ اب جدا گانہ انتخاب کو اڑا دیا جائے مگر نہرو رپورٹ نے ہرگز ان شرطوں کا خیال نہیں کیا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ مشتبہ کی آل پارٹیز مسلم کانفرنس میں جب یہ سوال یاد بار پیش کیا جاتا تھا۔ کہ اگر ہندو ہماری شرطوں پر راضی ہو جائیں۔ لیکن بعد میں عقد کریں۔ کہ ہم تو راضی ہیں۔ لیکن نلال نلال کے سبب سے ابھی اس پر عملدہ نہیں ہو سکتا۔ تو پھر آپ کے ذہن میں کیا رہا۔ تو مرٹن جیارج نے دوسرے کہتے تھے۔ کہ ہماری سفارش کے نقطوں پر ہرگز نہیں کیا گیا۔ ان سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ جدا گانہ انتخاب اس وقت سے جاری کیا جائیگا جب ہماری شرطیں پوری ہو جائیں۔ صرف ہندوؤں کے منظر پر نہیں ہے۔ انتخاب کو ختم چھوڑا جائے گا۔ لیکن ابھی ایک سال نہیں گزرے کہ مرٹن جیارج کے اس خیال کی تردید ہوگئی ہے۔ نہرو رپورٹ غیر ان شرطوں پر علاوہ ہونے کے بلکہ

غیر ان شرطوں کو مکمل طور پر منظور کرنے کے جدا گانہ انتخاب کا فیصلہ کرتی ہے۔ اور ان شرطوں کا ذکر تک نہیں کرتی۔ مسلمانوں کی ایک جماعت نے ہندوستان میں اس کے قیام کے لئے باوجود سخت خطرات کے جدا گانہ انتخاب کے حق کو چھوڑنے پر آمادگی ظاہر کی تھی۔ اور اپنی قوم سے لڑائی مول لی تھی۔ مگر اس کی تجدید کا نہرو کمیٹی کے اہل خانہ جو حشر ہوا ہے۔ میں اسے اوپر بیان کر چکا ہوں۔ جب شروع میں یہ حال ہے۔ جب سواراج کے حصول کے جوش میں ان لوگوں کو مسلمانوں کی خوشنودی حاصل کرنے کی تمنا ہے۔ تو اس وقت کیا ہوگا۔ جب حکومت بل جائے گی۔ اور سب اختیار انہی لوگوں کے ہاتھ میں ہوگا۔

۴۷۔ چوتھا سوال۔ صوبہ سرحدی اور بلوچستان کو نیابتی حکومت دینے اور سندھ کو الگ صوبہ بنا کر نیابتی حکومت دینے کے متعلق تھا۔ نہرو کمیٹی نے صوبہ سرحدی کے متعلق مطالبہ کو تسلیم کیا ہے۔ بلوچستان کو مشتبہ چھوڑ دیا ہے۔ اور سندھ کے متعلق یہ شرط لگا دی ہے۔ کہ جب تک وہ مالی طور پر اپنا بوجھ اٹھانے کے قابل نہ ہو جائے یا اس کے باشندے مالی بوجھ کو اٹھانے کے لئے آمادہ نہ ہوں۔ اس وقت تک اس صوبہ کو آزاد نہ کیا جائے۔ لہذا ہر یہ شرطیں معقول معلوم ہوتی ہیں۔ کیونکہ کہا جاسکتا ہے۔ کہ جو صوبہ اپنا بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔ وہ الگ کس طرح ہو سکتا ہے۔ گویا مسلمان یہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ کہ اگر وہ بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔ اور الگ نہیں ہو سکتا تو پھر جدا گانہ انتخاب کو بھی نہ اڑاؤ جس کے لئے سندھ کی علیحدگی بطور شرط ہے۔ مگر میں بتانا چاہتا ہوں۔ کہ نہرو کمیٹی کے ان سیدھے سادے فقروں کے نیچے نہایت گہرے مضامین پوشیدہ ہیں۔ بوجھ کا لفظ ایسا غیر محدود ہے۔ کہ اس کی حد بندی میں ہی سندھ کو علیحدگی سے محروم رکھا جاسکتا ہے۔ بوجھ سے مراد ایک سیدھا سادہ نظام بھی ہو سکتا ہے۔ جس کا اٹھانا یقیناً سندھ کے لئے مشکل نہ ہوگا۔ لیکن بوجھ سے مراد ایک ایسا بوجھ بھی ہو سکتا ہے۔ جسے سندھ جیسا چھوٹا صوبہ اٹھانے نہ سکے۔ اور اس صورت میں وہ کبھی الگ ہی نہ ہو سکے۔ میرے لئے شک کرنے کی کافی وجہ موجود ہے۔ کہ اس جگہ بوجھ سے مراد ضرورت اور طاقت سے زیادہ بوجھ ہے۔ کیونکہ نہرو رپورٹ ہی میں لکھا ہے۔ کہ اس کے پاس ایک درخواست سندھ کے ہندوؤں۔ مسلمانوں اور پارسیوں کی مشترکہ آئی تھی کہ سندھ کو علیحدہ کر دیا جائے۔ اور مالی مشکلات کے متعلق اس درخواست میں یہ حل پیش کیا گیا تھا۔ کہ ان کا کوٹ ان کے پڑے کے مطابق ہونے دیا جائے۔ یعنی جب قدر طاقت مالی ان کے صوبہ میں ہے۔ اسی کے مطابق ان کے صوبہ کی گورنمنٹ کا انتظام کر دیا جائے۔ اور زیادہ ذمہ داری حالت کی ترقی کا انتظار کیا جائے لیکن یہی کہتی ہے۔ کہ وہ انکی اس خواہش کو مالی مشکلات کا آخری حل نہیں قرار دے سکتی۔ ۶۹۔ اس سے ظاہر ہے کہ سندھ کیلئے ایک ایسا نظام تجویز کیا جائیگا۔ جو اسکی طاقت سے باہر ہو۔ اور چونکہ وہ اس بوجھ کو اٹھانے کا اظہار کر ہی نہ سکیگا۔ کیونکہ اس کے معنی یہ ہونگے۔ کہ وہ بجائے انتہائی ترقی کے اپنی پہلی حالت کو بھی کھو بیٹھے۔ اس لئے سندھ کو الگ بھی نہیں کیا جائیگا۔ اس کا مزید ثبوت اس سے بھی ملتا ہے۔ کہ نہرو کمیٹی نے نلال نلال اور صاحب نے بھی انہی کو اس میں سندھ کی علیحدگی کے سورد کو روکنا چاہا ہے۔ اور نہرو کمیٹی نے کوئی حقیقتیہ کہ اگر اس سورد کو مسلمان ضروری پیش کریں۔ تو وہ اس کی مخالفت کریں۔

۵۔ یا نچوال سوال زبان کا تھا۔ اس سوال کو نہر دیکھنی نے بالکل نظر انداز کر دیا ہے۔ وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ ایک معمولی سوال ہے۔ ادل تو یہ سوال معمولی نہیں ہے۔ اس سے مسلمانوں کی ترقی اور تنزل وابستہ ہے۔ ہندوستان کی آئندہ حکومت اردو کو آزاد پھر دیکھو کس طرح چند ہی سال میں مسلمانوں کے ہاتھوں سے وہ تھوڑے بہت کام بھی نکل جاتے ہیں۔ جو اس وقت ان کے ہاتھ میں ہیں۔ اور کس طرح ان کی مخصوص تہذیب برباد ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر اسے معمولی بھی فرض کر لیا جائے تب بھی دیکھنا تو یہ ہے کہ جس قوم سے معاملہ ہے وہ اسے کیا اہمیت دیتی ہے۔ اگر مسلمان اردو کے سوال کو اہمیت دیتے ہیں۔ اور اسے اپنی زندگی اور موت کا سوال سمجھتے ہیں۔ تو اسے نظر انداز کرنے کا حق کسی کو نہیں ہو سکتا۔ مگر میں اس امر پر بعد میں بحث کروں گا۔ کہ زبان کا سوال نہ معمولی ہے اور نہ یہ صرف ہندوستان میں پیدا ہوا ہے۔ بلکہ اسے دوسرے ممالک میں بھی اہمیت دی گئی ہے۔ اور اس کے لئے خاص قوانین بنائے گئے ہیں۔ جو قانون اساسی کے ساتھ ہی منظور کئے گئے ہیں۔

۶۔ چھٹا مطالبہ مذہبی اور اقتصادی دست اندازی سے روکنے کے متعلق تھا۔ لیکن اس کے متعلق بھی نہر دیکھنی کی رپورٹ واقع نہیں ہے۔ بلکہ نفلوں کے ہیر پھیر میں اس مطالبہ کی اہمیت اور اس کی وقعت کو یاد یا گیا ہے۔ اس کے متعلق جو کچھ نہر دیکھنی نے فیصلہ کیا ہے۔ وہ ذیل میں درج ہے۔ وہ اصولی حقوق کے عنوان کے نیچے چوتھے مادہ میں لکھتی ہے۔

”ضمیر کی آزادی اور مذہب کا آزادانہ اقرار اور اس کے مطابق زندگی بسر کرنے کا حق بشرطیکہ ایسا مذہبی فعل یا اعلان ملکی امن اور افلاق کے خلاف نہ ہو ہر فرد بشر کو حاصل ہو گا“

یہ الفاظ مسلمانوں کے مطالبہ کو پورا نہیں کرتے۔ کی قربانی پر ہمیشہ ہندو فساد کرتے ہیں۔ اس قانون کے رو سے ان کے فساد کی بنا پر گائے کی قربانی سے مسلمانوں کو روکا جاسکتا ہے۔ اسی طرح اس میں مذہب کی تبلیغ کے متعلق کچھ ذکر نہیں۔ یہ قانون ہر شخص کو صرف یہ حق دیتا ہے۔ کہ وہ اپنے مذہب کا آزادی سے اظہار کرے۔ مگر اس امر کا حق نہیں دیتا کہ کوئی شخص دوسرے کو آزادی سے تبلیغ کرے۔ قانون کسی وقت کہہ سکتا ہے کہ چونکہ تبلیغ سے فساد ہوتا ہے۔ اس لئے ہم اس سے روکتے ہیں تم اپنے مذہب کا اظہار کر سکتے ہو۔ لیکن دوسرے شخص کو اس کی دعوت نہیں دے سکتے۔ اسی طرح قانون کسی وقت کہہ سکتا ہے کہ چونکہ مذہب کی تبدیلی سے فساد ہوتا ہے۔ ہم مذہب کی تبدیلی کی اجازت نہیں دیتے۔ ضمیر کی آزادی کا قانون اس کو نہیں روک سکتا کیونکہ ضمیر کی آزادی صرف عقیدہ سے تعلق رکھتی ہے۔ اور مذہب کی تبدیلی ایک قوم کو چھوڑ کر دوسری میں شامل ہونے کا نام ہے۔ اور اگر وہ ایسی ہی ہو۔ تب بھی غلط نہیں بنایا جاسکتا ہے۔ کہ جسٹریٹ کے سرٹیفکیٹ کے بغیر کوئی شخص مذہب تبدیل نہیں کر سکتا۔ اور اس کی وجہ یہ بتائی جائے کہ اس طرح جبراً نہ ہر مذہب کو سیکھا۔ اور اس طرح تبدیلی مذہب

کا سلسلہ روک دیا جائے۔ جیسا کہ آج کل کئی ریاستوں میں ہو رہا ہے۔ ادل تو اس قدر لمبی مصیبت کو لوگ برداشت نہیں کرتے۔ اور اگر درخواست دیں۔ تو پھر پوچھا جاتا ہے۔ کس نے تبلیغ کی۔ کس طرح کی۔ کوئی دباؤ تو نہیں۔ اور اسی قسم کے سوالات میں اسے پھنسا کر تبدیلی مذہب سے روک دیا جاتا ہے۔ اس کی مثالیں موجود ہیں۔ اور میں اس امر کو ثابت کر سکتا ہوں۔ عرض اس قسم کے کئی رخصتے ہیں۔ جو قانون مذہب میں موجود ہیں۔ اور جن کے ذریعہ سے مذہبی آزادی کو نہایت محدود کیا جاسکتا ہے۔ پس نہر رپورٹ مسلمانوں کے مطالبات کو اس جہت سے بھی قطعاً پورا نہیں کرتی۔ بلکہ میں لکھتا ہوں وہ اس مطالبہ کے بالکل الٹ جاتی ہے۔ وہ مذکورہ بالا عنوان کے بارہویں مادہ میں کہتی ہے۔ کہ ”کوئی شخص جو ایسے سکول میں تعلیم پڑھا ہو جسے گورنمنٹ امداد حاصل ہو یا پبلک کے روپیہ سے کسی اور طرح فائدہ اٹھا رہا ہو۔ اسے ایسی مذہبی تعلیم کے حصول پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ جو سکول میں دی جاتی ہو“

اس مادہ کے ساتھ ذرا اس امر کو بھی ملاو۔ کہ ہندوستان کی آئندہ گورنمنٹ اگر یہ قانون بھی پاس کر دے کہ کوئی پرائیویٹ سکول جو گورنمنٹ ایڈیٹر گورنمنٹ کے قانون کا پابند نہ ہو منظور نہیں کیا جاسکتا۔ تو اس قانون کے پاس ہونے میں قانون اساسی ہرگز روک نہیں سکتا۔ اور اگر ایسا قانون پاس ہو جائے تو اس کے یہ معنی ہوں گے۔ کہ آہستہ آہستہ مسلمانوں کو ان کے مذہب سے بالکل بیگانہ کر دیا جائے۔ ہر مذہب اور ہر مذہبی سکول کو حق حاصل ہے۔ کہ وہ اپنے ہم مذہبوں پر مذہبی تعلیم کے لئے زور دے سکے۔ اور یہ جبر نہیں ہے۔ جبر یہ ہے۔ کہ انسان دوسرے مذہب کے لوگوں کو اپنے مذہب کی تعلیم پر مجبور کرے۔ پس یہ قانون کئی رنگ میں مسلمانوں کو مذہبی تعلیم سے روکنے کا موجب بنا یا جاسکتا ہے۔ یہ کہنا کہ ہندو مذہب پر بھی اس کا یکساں اثر پڑے گا۔ مذہب کی کامل نادانگہی پر دلالت کرے گا۔ کیونکہ اسلام ایک منقرہ حدود والا مذہب ہے جس کے جاننے کے لئے باقاعدہ تعلیم کی ضرورت ہے۔ اس کے مقابلہ میں ہندو مذہب ایک سیاسی مذہب ہے اور وہ ادل اور اس کی تعلیم سے بالکل بے بہرہ شخص اپنے پاس سے کچھ خیال جو بڑھ کر سکتا ہے۔ اور پھر اسی طرح ہندو کہلا سکتا ہے جس طرح دیدوں کا سب سے بڑا عالم ہے۔

۷۔ ساتواں مطالبہ یہ کہ وہ سوالات جو قومی بے اعتباری سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور جن کا حل کرنا اقلیتوں کی حفاظت کے لئے ضروری ہے۔ انہیں قانون اساسی میں

نہر دیکھنی نے توجہ نہیں کی۔ اس مطالبہ کی طرف ایک رنگ میں لکھتے ہوئے ایک اشارہ ضرور تھا۔ مگر وہ مطالبہ قانونی زبان میں نہ تھا۔ مبہم الفاظ میں تھا۔ مذکورہ بالا بیان سے یہ بات ظاہر ہو چکی ہے کہ مطالبات میں سے جو مسلمانوں کی طرف سے ہوتے ہیں۔ ایک مطالبہ بھی ایسا نہیں۔ جسے نہر دیکھنی نے پورے طور پر منظور کر لیا ہو۔ بلکہ بعض کو بالکل رد کر دیا ہے۔ اور بعض کو ناقص طور پر قبول کیا ہے۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ نقص ہمیشہ اسی حصہ میں واقع ہوا ہے۔ جس سے اس مطالبہ کی اصل عرض فوت ہو جاتی ہے۔ اور اس کا قبول کرنا نہ کرنا برابر ہو جاتا ہے۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ جب نہر دیکھنی نے ان شرطوں کو بھی رد کر دیا ہے۔ جن کو مسلمانوں میں سے نرم سے نرم جماعت نے آخری شرطیں قرار دیا تھا۔ تو کیا ایسا فیصلہ انصاف کا فیصلہ کہلا سکتا ہے۔ اور کیا اسے قبول کر کے مسلمان ہندوستان میں امن سے رہ سکتے ہیں؟ جہاں تک میں نے غور کیا ہے۔ ہرگز نہیں۔ اور میں اس کے حصہ مضمون میں اسی پر بحث کرنی چاہتا ہوں۔ اور اپنے مضمون کو کئی سوالوں میں تقسیم کرتا ہوں۔ تاکہ اچھی طرح ہر شخص کی سمجھ میں آسکے۔

۱۔ کیا تفریق کو آزاد حکومت کے حصول کی ملتی نہیں کیا جاسکتا ۱۸۶

پیشتر اس کے کہ میں اس امر پر بحث کروں۔ کہ مسلمانوں کے مطالبات کہاں تک ضروری اور جائز ہیں۔ میں ایک خطرناک وہم کو دور کرنا چاہتا ہوں۔ جو مسلمانوں کے دلوں میں پیدا ہے اور جس کی وجہ سے میں ڈرتا ہوں۔ کہ وہ کوئی ایسا قدم نہ اٹھائیں جس کے بعد واپس لوٹنا ناممکن ہوگا۔ اور پھٹانے اور نادام ہونے سے کچھ نہیں بنیگا۔ اور وہ وہم یہ ہے۔ کہ اب جو کچھ فیصلہ ہونا ہے۔ ہو جائے۔ بعد میں اگر اس میں نقص معلوم ہوگا۔ تو موجودہ فیصلہ کو بدل دیا جائیگا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اکثر مسلمانوں کے دل میں یہی احساس ہے۔ اور اس احساس کی وجہ سے ایک غلط اور میرے نزدیک خطرناک احساس حفاظت ان کے دلوں میں پیدا ہے۔ اگر مسلمانوں کو یہ معلوم ہو جائے۔ کہ ان فیصلہ کو جو آج سواراج کے متعلق ہوگا۔ بدلتا ان کی طاقت سے باہر ہوگا۔ تو پھر وہ کبھی جلدی نہ کریں گے۔ اور اس ہزاروں خطرات سے پھر قدم کے اٹھانے سے پہلے وہ لاکھوں قسم کے سوالات کو حل کرنا چاہیں گے۔ اور بیسیوں راستے داپسی کے سوچیں گے۔ لیکن ان سوچوں سے کہ بعض لوگوں نے دانستہ یا نادانستہ انہیں یہ یقین دلادیا ہے۔ کہ اگر اس فیصلہ میں کوئی نقص ہوگا۔ تو اسے بعد میں بدلا جاسکتا ہے۔ اور اس وجہ سے مسلمان یہ سمجھ لیں گے۔ صرف ایک تجربہ ہوگا۔ اگر اس میں نقص نظر آئے گا۔ تو ہم اور تمہیں ہر قسم کے فیصلے خراب نہیں سمجھیں گے۔ اور واضح کر کے سمجھا دینا چاہتا ہوں۔ معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

آج جو قدم وہ اٹھائینگے۔ اگر اس میں غلطی ہوگی۔ تو اٹھے پاؤں
لوٹان کے اختیار میں نہیں ہوگا۔ بلکہ جن امور کا مطالبہ ہونے
کیا ہے اگر وہ آج نہیں منوانا چاہیں تو بہت زیادہ آسان ہی
لیکن سوراخ کے منے کے بعد ان مطالبات کا منوانا بالکل ناممکن
ہوگا۔

ڈومنین سلف گورنمنٹ کیا ہے

مسلمانوں کو یہ خوب سمجھ لینا چاہیے کہ جس امر کا مطالبہ
ہندو کمیٹی نے کیا ہے۔ اور جس امر کا مطالبہ آج قریباً ہر ایک ہندوئی
کر رہا ہے۔ وہ ڈومنین سلف گورنمنٹ ہے۔ یعنی نیم آزاد
حکومت۔ یہ نیم آزاد حکومت کیا شے ہے۔ اس کا سبب سمجھ لینا ان
کے لئے ضروری ہے۔ کیونکہ اس کے سمجھ لینے کے بغیر نہیں معلوم
نہ ہو سکیگا کہ وہ اس وقت اپنے مطالبات پر زور نہ دیکرائی اور
اپنی اولادوں کا خون کر رہے ہیں۔ نہیں نہیں بلکہ وہ خود اسلام
کی چیزوں پر تیر رکھ رہے ہیں۔ اور ہندوستان میں سپین کی
جباہی کی دماغ میل ڈال رہے ہیں۔ عیاذ باللہ
ڈومنین سلف گورنمنٹ ایک تازہ اصطلاح
ہے۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اس قسم کی آزاد حکومت جس
قسم کی حکومت کہ کینیڈا۔ آسٹریلیا۔ سوئٹھ افریقہ۔ نیوزیلینڈ
کو حاصل تھی۔ اور اب پانچ سال سے جنوبی آسٹریلیڈ کو بھی حاصل
ہے۔ مختلف جتنوں جھگڑوں اور سمجھوتوں کے بعد جنگ کے زمانہ
تک برطانوی گورنمنٹ سے ڈومینیز کو مندرجہ ذیل اختیار
حاصل ہو چکے تھے۔

اول۔ برطانوی پارلیمنٹ کوئی ایسا قانون نہ بنا سکی
جو کسی ڈومینین کے اندرونی نظم و نسق سے تعلق رکھتا ہو۔
بلکہ اس ڈومینین کو پورا حق حاصل ہوگا۔ کہ وہ اپنے اندرونی
معاملات کے متعلق خود قانون بنائے۔ برطانوی گورنمنٹ کی
پروری کو نس کے پاس اپیل کرنے کا حق اگر کوئی ڈومینین
چاہے۔ تو اپنے اہل وطن سے چھین سکتی ہے۔ یعنی اس ڈومینین
کے ججوں کے فیصلہ کو آخری فیصلہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ ہر
ڈومینین اپنے ملک کی حفاظت کے لئے خشکی یا تری کی توجہ
رکھ سکتی ہے۔ اسی طرح ہر ایک ڈومینین اپنے قانون اساسی کو اپنی
پارلیمنٹ کے فیصلہ سے بھی بدل سکتی ہے۔ گو وہ قانون اساسی
برطانوی پارلیمنٹ کا ہی پاس کردہ ہو۔ ڈومینین گورنمنٹ کے
پاس کردہ قوانین پر گو برطانوی حکومت کو ویٹو کا حق حاصل
ہے۔ لیکن وہ حق استعمال نہیں کیا جائیگا جب تک کہ کوئی
ویٹو معاملہ نہ ہو۔ جو صرف اس ڈومینین سے تعلق نہ رکھتا ہو
بلکہ برطانوی حکومت کے دوسرے حصوں پر بھی موثر ہو جیسا کہ
سلاوی کی امپیریل کانفرنس میں فیصلہ کر دیا گیا تھا۔ کہ ڈومینین
حکومت کے متعلق آئندہ برطانوی پارلیسی یہ ہوگی کہ وہ ڈومینین
کو پوری تعمیر بند یوں سکے اور کامل مقامی آزاد گورنمنٹ
دیا جائے گا۔ اور اس وقت تک کہ بعض امور میں جب تک کہ ڈومینین
کوئی ایسا عمل نہ کرے جو برطانوی حکومت سے اس کے ذمہ دارانہ

تعلقات کے خلاف ہو۔ (لا آت کانسی) چوٹن مصنفہ آدی ڈاٹسی
لیکن اس عرصہ میں اور تغیرات پیدا ہو گئے ہیں۔ اور ان کے مطابق
ڈومینیز کو اور بھی زیادہ اختیارات مل چکے ہیں۔ اور گوب بھی سکی
طور پر برطانوی حکومت کو ڈومینیز کے قوانین کے متعلق ویٹو کا
اختیار حاصل ہے۔ لیکن عملاً اس کو کلی طور پر چھوڑ دیا گیا ہے۔
چنانچہ سلاوی میں کوئٹہ لینڈ میں ایک قانون پاس کیا گیا جس
کے خلاف وہاں کے زمینداروں نے بھی اور برطانیہ کے زمینداروں
نے بھی شور مچایا کہ یہ قانون قانون اساسی کے خلاف ہے۔
اور اس کے معنی صرف یہ ہیں۔ کہ گورنمنٹ زبردستی زمینداروں
کی زمینیں چھین لے۔ لیکن برطانوی گورنمنٹ نے دخل دینے سے
انکار کر دیا۔ کہ ہم ڈومینیز کے اندرونی معاملات میں دخل نہیں کھینکے
صرف ایک امر کا ڈومینیز کو اختیار حاصل نہیں اور وہ ان کا اپنے
علاقہ کو بڑھانے اور گھٹانے کا سوال ہے۔ اس معاملہ میں وہ برطانیہ کی
مرضی کی پابند ہیں۔

یہ دینی تعلقات کے لحاظ سے بھی جنگ کے بعد سے ڈومینیز
کو بہت آزادی حاصل ہو چکی ہے۔ وہ اپنے طور پر گر بعد اجازت برطانیہ
کے دوسری حکومتوں سے معاہدہ بھی کر سکتی ہیں۔ اور سلاوی میں
جنوبی آسٹریلیڈ سے معاہدہ کرتے وقت برطانیہ نے سب ڈومینیز کا
حق تسلیم کر لیا ہے۔ کہ وہ صرف اسی صورت میں جنگ برطانیہ کا ساتھ
دینے پر مجبور ہوئے گی۔ جبکہ برطانیہ پر کوئی اور حکومت حملہ آور ہو
اگر برطانیہ کسی اور حکومت سے جنگ کرے تو لازمی نہیں کہ وہ
اس جنگ میں شریک ہوں۔ بلکہ ان کی پارلیمنٹوں کو اختیار ہوگا
کہ وہ خواہ عملی طور پر جنگ میں شریک ہونے کا فیصلہ کریں خواہ
علیحدہ رہنے کا۔ معاہدات کے متعلق بھی تسلیم کر لیا گیا ہے کہ اگر
ڈومینیز سے کسی معاہدہ کے متعلق مشورہ نہ کیا جائیگا۔ اور
ان کی طرف سے اس معاہدہ پر دستخط نہ ہوں گے تو ڈومینیز پر
اس معاہدہ کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ سلاوی میں مسٹر لوزر سابق
وزیر اعظم نے امپیریل کانفرنس کے سامنے تقریر کرتے ہوئے
اس امر کا اصرار کیا کہ ڈومینیز کو یہ بھی حق ہے کہ جب وہ چاہیں
برطانیہ سے علیحدگی کا اعلان کر کے کامل طور پر آزاد ہو جائیں۔
سوئٹھ افریقہ اور کینیڈا کی حکومتیں بھی اپنے اپنے طور پر اس حق کے
حاصل ہونے کا اعلان کر چکی ہیں۔ اور ان کے پیڑیاں برٹش کانٹریں
ایڈیشن سلٹری سٹ جلد اول زیر لفظ برٹش اپنا تم
اد پر میں نے جو ڈومینیز کی حکومت کے قواعد بتائے ہیں
ان سے صاف ظاہر ہے کہ ڈومینین کی حکومت سے مراد ایک آزاد
حکومت ہے صرف اس فرق کے ساتھ کہ فی الحال وہ برطانیہ کے
بادشاہ کو اپنا بادشاہ تسلیم کرتی ہے۔ اور اپنے آپ کو برطانوی
حکومت کا جزو تسلیم کر کے اس کی شوکت کو بڑھاتی ہے۔ اور اس کے
رسوخ سے خود فائدہ اٹھاتی ہے۔ مگر باوجود اس کے یہ امر اس کی
مصلحت پر منحصر ہے۔ جب پانچ برس سے ایسا تعلق نورد کے
حد بندی اس کی کامل آزادی پر ہے کہ جب تک وہ جوائہ ہو
اہم خارجی معاملات کے تصفیہ میں برطانوی حکومت کے توسط
کام لیتی ہے۔ ورنہ اندرونی طور پر وہ پوری طرح مختار ہے۔ وہ نہ صرف

عام قوانین اپنے لئے بنا سکتی ہے۔ بلکہ اپنے قانون اساسی کو بھی بدل سکتی ہے
اس قسم کی آزاد حکومت ہے جس کا مطالبہ اس وقت ہندوئی
سے کیا ہے اور اس مطالبہ میں تمام ہندوستان سو آچند لوگوں کے اس کے ساتھ
شامل ہے۔ مگر سوال یہ ہے۔ کہ ایسی آزاد حکومت کے قوانین میں تبدیلی کس
طرح ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اس وقت ہم نے اسی امر پر زور کرنا ہے کہ اگر موجودہ
فیصلہ جو ہندو کمیٹی نے کیا ہے ہمارا موافق نہ ہو تو کیا ہم اسے بدلا سکیں گے۔
اور اگر بدلا سکیں گے تو کس طرح؟ سو یاد رکھنا چاہیے۔ کہ ایسی حکومت
میں قوانین کو بدلوانے کے تین ہی طریق ہیں۔ ۱۔ اکثریت رائے سے قوانین کو
بدل دینا۔ ۲۔ مقابلہ کر کے حکومت کو مجبور کرنا۔ ۳۔ بے دردی حکومتوں کی
مدد سے حکومت کو مٹا دینا۔ میں دیکھتا ہوں کہ جو لوگ اس وقت ہندو
کمیٹی کے فیصلہ پر متفق ہیں وہ ان تینوں امور میں سے ایک نہ ایک کو
آپنے آئندہ دکھوں کا علاج سمجھ رہے ہیں۔ بعض خیال کرتے ہیں کہ اگر وہ
حقوق جو ہم نے آج چھوڑ دئے ہیں۔ کل کو ہمارے لئے ضروری معلوم ہوتے تو
ہم پھر جاس قوانین کے ذریعہ سے قوانین کو بدلوا لیں گے۔ بعض خیال
کرتے ہیں کہ بیشک کونسلوں کے ذریعہ سے تو ہم نہیں بدلا سکتے۔ لیکن اگر
کسی تبدیلی کی ضرورت ہوئی تو ہم مقابلہ کر کے زور سے اپنی مرضی کے
مطابق قوانین بدلوا لیں گے بعض سمجھتے ہیں کہ ہم میں زور نہیں ہے۔ لیکن
ہندوستان کی ہمسایہ حکومتیں مسلمان ہیں۔ ان کی مدد سے ہم ایسی
حکومت کو تباہ کر دیں گے جو ہمارے حقوق کے حصول میں رک ڈالے گی۔
اس لئے میں الگ الگ تینوں طریقوں کو لیکر تینا تا ہوں کہ ڈومینین حکومت
کے اصول کے مطابق یہ تینوں طریق بظاہر ناممکن ہیں۔ اور ان میں سے ایک
کے ذریعہ بھی مسلمان اپنے کھوئے ہوئے حقوق کو واپس نہ لے سکیں گے۔

کونسلوں کے ذریعہ مسلمانوں کا مطالبہ حاصل کرنا

پہلا امر کہ کونسلوں کے ذریعہ سے مسلمان اپنے مطالبات کو پورا
کر لیں گے۔ اس کے متعلق یاد رکھنا چاہیے کہ مسلمانوں کے جس قدر
مطالبات ہیں۔ سب کے سب آئندہ قانون اساسی میں مرکزی حکومت کے
سپر دیکھے گئے ہیں۔ اور مرکزی حکومت میں ہندو کمیٹی نے مسلمانوں کو جو
حق نیابت سے بھی کم حق دیا ہے۔ یعنی صرف چوتھائی۔ پس جبکہ ہمارا
موجودہ تجربہ یہ ہے کہ تیس فیصدی حق کے باوجود بھی مسلمان اسمبلی میں
اپنی مرضی نہیں منوا سکتے۔ حالانکہ بعض دفعہ وہ گورنمنٹ کے ممبروں سے بھی
مل جاتے ہیں۔ تو آئندہ پچیس فیصدی ممبروں کے ساتھ وہ کیا کچھ کر سکیں گے
اور خصوصاً جبکہ انگریز ممبروں کا نصف آزاد حکومت میں سے بالکل مٹ جائیگا
اور پھر خصوصاً جبکہ سوال کسی عام پارلیسی کا نہ ہوگا۔ بلکہ یہ ہوگا کہ مسلمانوں
کی طاقت موجودہ قوانین کی وجہ سے زور ہے۔ ان کو طاقتور کرنے کیلئے قوانین
میں تبدیلی کرنی چاہیے۔ اور ان کے برائے مطالبات کو پورا کر دینا چاہیے۔
کی کوئی عقلمند ایک منٹ کھینے بھی تسلیم کر سکتا ہے۔ کہ اس سوال کے پیش
ہونے پر ایک ہندوئی مسلمانوں کے حق میں وٹو دیا گیا۔ اور کیا کوئی عقلمند
بھی اس امر کو تسلیم کر سکتا ہے کہ اس صورت میں تیس فیصدی ممبر چھتر فیصدی
ممبروں کی رائے کے خلاف قانون پاس کر لیں گے۔ اور پھر جب ہم یہ تسلیم کریں
جس قانون کی تبدیلی کا سوال ہوگا وہ قانون اساسی ہے نہ کہ عام قوانین اور
قوانین اساسی کی تبدیلی اور بھی زیادہ مشکل ہوتی ہے۔ ہندو کمیٹی نے اپنی
اور اس کے خلاف قانون اساسی کے بدلنے کا مندرجہ ذیل طریق پیش کیا ہے۔

پارلیمنٹ بنا قانون بنا کر قانون اساسی کی جس دفعہ کو چاہے۔ منسوخ یا تبدیل کر سکتی ہے۔ مگر شرط یہ ہوگی۔ کہ وہ بل جس میں قانون اساسی کی تبدیلی کا سوال اٹھایا گیا ہو وہ پارلیمنٹ کی دونوں مجلسوں کی مشترکہ سیٹنگ میں پاس ہوا ہو۔ اس طرح کہ تیسری دفعہ دو دفعہ لیتے وقت دونوں مجلس کے ممبروں کی کل تعداد میں سے کم سے کم دو تہائی ممبروں کی مجلس کے پاس کرنے پر مستوف ہوں؟

اس قاعدہ کی رو سے مسلمانوں کو اگر محسوس ہو کہ انہوں نے نہ تو اپنی رائے کے قبول کرنے میں غلطی کی ہے۔ اور اپنے مطالبات کے چھوڑنے میں جلد بازی سے کام لیا ہے۔ تو انہیں موجودہ مطالبات پورا کرانے کے لئے نہ صرف یہ ضروری ہوگا۔ کہ ان کا ہر ایک ممبر اس وقت مجلس میں موجود ہو۔ اور ان کے پیش کردہ مسودہ کی تائید کرے۔ بلکہ یہ بھی ضروری ہوگا کہ ہندو ممبروں کی کل تعداد میں سے بھی بالکل تیسری دفعہ کی چوتیس ممبران کی تائید میں ہوں۔ کیا کوئی نیم جنون بھی یہ امید کر سکتا ہے۔ کہ ایک ایسے مسودہ کی تائید جس کا مسلمانوں کو فائدہ ہو چھوڑا ہو اور جس کی وجہ سے ہندوؤں کو اپنے بعض مقصد کے لئے حقوق حاصل کر لینے پڑتے ہوں۔ اس قدر ہندو ممبروں کی وقت بھی کرنے کے لئے تیار ہونگے۔ اور یہ اندازہ بھی درخشیفت تھوڑا ہے۔ کیونکہ یہ فرض کر لینا کہ کوئی وقت ایسا آئیگا۔ کہ سب کے سب پارلیمنٹ کے ممبر جمع ہو جائیں گے درست ہی نہیں۔ یورپ کی پارلیمنٹوں میں بھی ایسا نہیں ہوتا۔ سات سو کی تعداد میں سے کچھ جا رہے ہوتے۔ بعض کے رشتہ دار جا رہے ہوتے بعض کو ایسے کام پیش آجاتے تھے۔ جن کو چھوڑ کر وہ نہ آسکیں گے پس میں فیصدی ممبروں کو غیر حاضر فرض کر لینا چاہیے۔ اور اس صورت میں مسلمانوں کو ہندوؤں کے حاضر الوقت ممبروں میں سے ساتھ فیصدی ممبروں کی تائید کی ضرورت ہوگی۔ میں پھر پوچھتا ہوں۔ کہ کیا کوئی مسلمان خواہ اس وقت وہ کس قدر ہی نر و گھبھی کی تائید میں ہو یہ کہہ سکتا ہے کہ آج سے دس سال کے بعد اگر معلوم ہوا۔ کہ مسلمانوں کے لئے مخصوص انتخاب مضر ثابت ہوا ہے جس کے دوسرے نفعوں میں یہ بھی ہونگے۔ کہ ہندو اپنی تعداد سے زیادہ ممبریاں لے جاتے ہیں۔ یا ایسے مسلمان ممبر بھیج دیتے ہیں۔ جو بجائے مسلمانوں کے فائدہ کے ہندوؤں کا فائدہ کریں۔ تو اس وقت خود ہندوؤں میں سے ۶۰ فیصدی ممبر پارلیمنٹ مسلمانوں کے ساتھ مل کر اس بات پر دست دینگے۔ کہ ہندوؤں کو اس فائدہ سے روکا جائے۔ اور مسلمانوں کو جداگانہ انتخاب کا حق دیدیا جائے۔ یا یہ کہ صورت جات کو اندرونی معاملات میں آزاد حکومت دیدی جائے۔ اگر نہیں اور ہر عقلمند کی نگاہ سے ایسا نہیں ہو سکتا۔ تو میں پوچھتا ہوں۔ کہ جب بعد میں اپنے حقوق واپس لینے ناممکن ہونگے۔ تو کیوں ابھی انکے حصول پر زور نہ دیا جائے

زور سے اپنے مطالبات کو لے کر آنا

دوسری صورت یہ ہے۔ کہ مسلمان زور سے اپنے حقوق لے لیں اس کے تعلق میں یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ کیا مسلمان اپنے اندر وہ زور رکھیں کرتے ہیں؟ اس وقت انگریز اس ملک پر حاکم ہیں۔ اور وہ چونکہ غیر ملک کے باشندے ہیں۔ ان کی تعداد یہاں صرف چند لاکھ ہے

ہندو مسلمان دونوں ان سے حکومت واپس لینے پر مستوف ہیں۔ مگر کیا باوجود اس کے ہمارا زور اس حد تک کارآمد ہوگا ہے۔ کہ فوراً حکومت کو بدل دیں اگر ایسا نہیں ہوا۔ تو پھر اس وقت جبکہ ہندوستان کی حکومت ہندوستانوں کے ہاتھ میں ہوگی۔ اور اس حکومت کی پہلی شکل کو قائم رکھنے کا فائدہ چند لاکھ نہیں۔ بلکہ چھبیس کروڑ آدمیوں کو پوچھنا ہوگا کیا مسلمان کسی قسم کا زور دکھاسکیں گے۔ پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہیے۔ کہ فوج مرکزی حکومت کے قبضہ میں ہوگی۔ اور یہ خیال کرنا۔ کہ مسلمان سیاسی اس گورنٹ کو چھوڑ کر جس کے وہ تنخواہ دار ہونگے۔ مسلمانوں کا ساتھ دینگے۔ ایک عجیب از قیاس امر ہے۔ اب بھی دیکھ لو کہ وہ برطانوی حکومت کا ساتھ دیتے ہیں۔ یا ہندوستانوں کا سیاسی کی اطمینان ہی ونداری کے خدیا پر ہوتی ہے۔ اور وہ حکومت کی مخالفت کا ارتکاب کرنے کے لئے جلتیا نہیں ہوتا۔ نیز آج کل فوج کا نظام ایسا ہے۔ کہ کوئی حصہ بغاوت نہیں کر سکتا کیونکہ کوئی حصہ فوج کا اپنی ذات میں مکمل نہیں ہوتا۔ بلکہ چھ سات قسم کی فوج ہوتی ہے۔ جو جنگ کے وقت ایک دوسرے کی محتاج ہوتی ہے اور ہر حصہ جانتا ہے۔ کہ اگر میں علیحدہ ہو جاؤں۔ تو خود تباہ ہو جاؤں گا۔ ملاؤ اڑیں ہوئی اور جہاز اور ٹینک اور نئی قسم کی توپوں نے اب جنگ کا نقشہ ہی بدل دیا ہے۔ ایک جہاز ایک علاقہ کے علاقہ کو نقصان پہنچا سکتا ہے ایک ٹینک ایک فوج کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ عرض اب جنگ آلات جنگ پر منحصر ہے۔ نہ کہ انسانی طاقت اور شجاعت پر اور اس وجہ سے بہادری اور قربانی بغیر آلات جنگ کے وہ نفع نہیں پہنچا سکتی۔ جو آج سے پہلے پہنچا سکتی تھی۔ اسی وجہ سے آج کل جن ملکوں میں بغاوت ہوتی ہے۔ وہ ایک حصہ رعایا کی بغاوت نہیں ہوتی۔ بلکہ سب ملک کی بغاوت ہوتی ہے لوگ اندر ہی اندر سب ملک کو اکٹھے ہیں۔ اور فوج اور حکام اور قاضی یکدم مقابلہ کرتی ہے۔ اور صرف چند لاکھ افسر مقابلہ پر رہ جاتے ہیں۔ لیکن ہندوستان میں یہ صورت مسلمانوں کے لئے کبھی بھی پیدا نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ ان کے حصہ آبادی کا ہندو ہے۔ اور لا محالہ ان کو ہندو گورنٹ سے ہی عہدہ ہوگی۔ علاوہ ازیں مسلمانوں کو اس امر کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔ کہ ہندو قوم بننے کا ہی نام نہیں۔ پنجاب کے مسلمان عام طور پر اسی دم میں مبتلا ہیں کہ ان میں نے ہمارا کیا مقابلہ کرنا ہے۔ حالانکہ کبھی بھی ہندوئی مخالفانہ سے ہندوؤں میں شامل ہیں۔ گو مذہباً وہ ان سے دور اور مسلمانوں کے قریب ہیں۔ دوسرے بعض سیاسی حالات ایسے پیدا ہو سکتے ہیں۔ کہ جب تک کوئی خاص دل و دماغ کا لیڈر پیدا نہ ہو۔ سکھ سیاست بھی ہندوؤں سے ملنے پر مجبور ہونگے۔ کیونکہ کبھی صرف پنجاب میں نہیں۔ اور یہاں انہیں کسی ہی اہمیت حاصل ہے۔ جو تمام ہندوستان میں مسلمانوں کو حاصل ہے۔ لیکن پنجاب کے مخصوص حالات کے تحت کہ یہاں کی اکثریت جو مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ بہت متوثر ہے۔ انہیں خاص حقوق نہیں ملے جاسکتے۔ اور ان کی اس خواہش کے پورا ہونے میں روک مسلمان ہیں۔ پس وہ ان حالات سے

مجبور ہیں۔ کہ ہندوؤں سے سمجھوتر کریں۔ اسی وجہ سے باوجود مسلمانوں کی کوشش کے اور گورناروں کے ساتھ میں ہندو قوم سے مقابلہ کے کئی ہندوؤں سے زیادہ سلفہ باز رکھتے ہیں۔ سکھوں کے علاوہ خاص ہندوؤں کو جو ان کے قابل نہیں۔ ہندو راجپوت۔ ڈوگرے۔ پوربی سرہے۔ اور جوڑی ہندوؤں کی اقوام ہیں۔ گو کہ گورنہا پور میں۔ مگر وہ اپنے آپ کو ہندو نہ سمجھتے۔ بلکہ اپنے ہندو ہونے میں یہ خیال کر لینا کہ ہندوؤں میں

طاقت کہاں سے آئی۔ ایک دم اور ایک دل خوش کن لیکن تباہ کرنے والے خیال سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا مسلمان اس امر پر مہول رہے ہیں۔ کہ اس وقت فوجوں میں مسلمانوں کا عنصر زیادہ ہے۔ حالانکہ یہ انگریزوں کی ہے۔ ایک ایسے ملک میں کہ جس میں ہندو آبادی زیادہ ہے۔ اپنی حکومت کو مضبوط کرنے کیلئے انگریزوں کی مصلحت ہی ہوتی چاہئے۔ کہ وہ نسل المتدا جماعتوں کو اپنی نسبت سے زیادہ فوج میں بھرتی کریں لیکن ایک آزاد ہندوستان میں یہ ضرورت نہ رہے گی۔ بلکہ اسکے برخلاف اکثریت کو یہ خیالی ہوگا کہ اپنی طاقت کو مضبوط کرنے کے لئے اپنے ہم مذہبوں کی فوج کو بھرتی کریں تاکہ سکھ۔ ڈوگرے راجپوت۔ جاٹ۔ مرہٹے۔ گوکھے۔ پوربی اور جوڑی ہندوئی اقوام کو ہلا کر کم سے کم پانچ چھ کروڑ کی آبادی ہے جس میں سے فوج باسانی بھرتی کی جاسکتی ہے۔ پس یہ خیال کہ ہم زور سے سزا لینگے۔ ایک شیطانی دوسرے ہے۔ جسے جس قدر جلد دل سے لکا لہائے۔ اسی قدر اچھا ہے۔

بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ ہم عدم تعاون سے کام لینگے۔ لیکن یاد رہے۔ کہ عدم تعاون بڑی جماعت چھوٹی جماعت کے مقابلہ میں استعمال کر سکتی ہے۔ نہ کہ چھوٹی جماعت بڑی جماعت کے مقابلہ میں۔ خود ڈیڑے سے لوگ اور خصوصاً وہ لوگ جن کے کام پر ملک کا تمدن یا ملک کی سیاست قائم نہیں۔ بہتوں کے مقابلہ میں کر لیا سکتے ہیں۔ بروہی میں ہندوستانوں کو کیا طاقت حاصل تھی۔ یہی کہ ملک ان کے ساتھ تھا۔ انگریز اپنے ملک سے ہندوستان کی زمینداریاں خرید نہیں سکتے تھے۔ لیکن اگر کسی وقت ہندوستان کا مقابلہ ہو۔ تو ہندوؤں کو وہ وقت نہ ہوگی۔ جو انگریزوں کو ہے۔ اسکے پاس ایک ایک مسلمان کے مقابلہ میں تین تین ہندو موجود ہونگے۔ پس عدم تعاون سے مقابلہ کا خیال بھی بالکل دور از قیاس ہے۔

بیرونی ممالک کی امداد سے مطالبات حاصل کرنا

تیسری صورت یہ ہے۔ کہ بیرونی ملکوں سے ملکر مسلمان اپنے حقوق واپس لیں۔ مگر یہ بھی ممکن نہ ہوگا۔ کیونکہ اول تو دوسرے ملکوں کو کیا مصیبت پہنچے گی۔ کہ ان کی خاطر ایک ذرہ درست ہمسایہ طاقت سے دوری۔ کیا اس سے پہلے قریب کے زمانہ میں ہی اسلامی حکومت سے بھی دوسری اسلامی حکومت کی مدد کی ہے۔ کہ ہندوستان کی رعایا کی مدد کرنے کیلئے پاس کی حکومتیں آج بھی ہیں۔ دوسرے یہ خیال کہ اگر کوئی حکومت باہر سے آئیگی۔ تو وہ صرف مسلمانوں کو دیکر واپس جلی جائیگی۔ اور صرف اس کام کیلئے لاکھوں جانوں اور اربوں روپیہ کا نقصان قبول کرے گی بلکہ مجنونانہ خیال ہے۔ جو باہر سے مدد کرنا ہے۔ یا سب مقصد ملک کا مطالبہ کرنا۔ یا ایک حصہ کا۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ کہ اس خیال کے خلاف خود مسلمانوں کا ہی ایک حصہ کھڑا ہو جائیگا۔ اور وہ بیرونی لوگوں کو اپنے ملک میں گھسنے دینے کے لئے ہمارے ہمارے۔ تیسرے یہ کہ اگر بعض ممالک کو بیرونی قوم اس امر کے لئے تیار ہو بھی۔ تو ہندوستان جیسے وسیع ملک کا مقابلہ اور پھر اس حالت میں کہ وہ جدید آلات حرب کا ذخیرہ رکھتا ہو۔ کوئی قوم کر سکتی افغانستان کی آبادی ایک کروڑ کے قریب ہے۔ اس سے ڈیڑھ لاکھ ایلٹن کی ہے۔ ہندوستان کی آبادی تیس کروڑ ہے۔ چنانچہ اس امر کو بھی یاد رکھنا چاہیے۔ کہ ہندوستان کو نو آبادی کی حکومت ملنی ہے۔ نہ کہ خود مختار۔ اس لئے ہندوستان پھر بھی برطانوی حکومت کا جزو ہوگا۔ اور ساری برطانوی طاقتیں یہ وقت میں ہندوستان کی حفاظت کیلئے جمع ہو جائیں گی۔ پس بیرونی مسلمانوں پر نظر رکھتے ہوئے یہ امر بھی ملحوظ ہے۔ اور علاوہ ازیں ایسی امید رکھنی

اخلاق اور بیرونی ایک ہیئت بڑا گناہ اور قومی خداری ہے۔